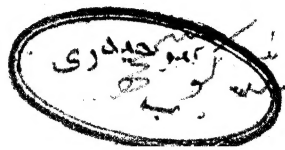


UNIVERSAL  
LIBRARY

**OU\_232743**

UNIVERSAL  
LIBRARY

حافظ عبد الغفور جلد ساز میرٹھی  
 نے حکیم علی گڑھ





# معارف ملت

جلد سوم

اس سلسلہ کے تینوں سٹوں کی نو کتابوں کے طبع کے پتے

(۱) محمد مقدسی خاں شہزادی - علی گڑھ

(۲) محمد الیاس سنائی - جام باغ - حیدرآباد (دکن)

(۳) شیخ مبارک علی - ہماری دروازہ - لاہور

سلسلہ منتجاتِ نظمِ اردو

# معارفِ ملت

مرتبہ

محمد الیاس بن فی ام اے ال ال بی (علیگ)

(سابق پرنسپل انکس محمدن کالج علی گڑھ)

معلم معاشیات جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن

جلد سوم

باہتمام محمد مقدس خان شردانی

مطبع مسلم یونیورسٹی انسٹیٹیوٹ علی گڑھ میں طبع ہوا ۱۹۲۲ء  
(مجلد حقوق محفوظا)

[۵۰۰ جلد]

[دوم]





# تمہیں

اُردو شاعری کی بھی عجب اُفتاد پڑی جب کہ ہندوستان میں اسلامی حکومتوں پر تباہی کی کالی گھٹائیں چھا رہی تھیں اور گھڑی گھڑی ادبار کی بجلیاں گرتی تھیں، بزمِ سخن کی رونق اور چہل پہل قابلِ دید تھی۔ خود فرماں روئے وقت دنیا و مافیہا سے بے خبر شاعری کی دھن میں مست تھے شاعروں کی دیکھا دیکھی حشرات الارض کی طرح بے شمار نظم نگار نکل پڑے آٹھوں پر مشاعرے گرم رہنے لگے اور مداحوں کی واہ والے آسمان سر پر اُٹھایا۔ رنگِ رلیوں کا زمانہ تھا۔ کلام بھی قدرتا اُسی رنگ میں رنگ گیا۔ چنانچہ اس میں حُسن پرستی کا وہ ہیجان آیا اور عشق و عاشقی کا وہ طومار بند کہ خدا کی پناہ۔ اس زہریلے مذاق سے قوم پر کس درجہ مرنی چھائی، اخلاق

وعادات کی کیا گت بنی بہاہ و ثروت کس طرح خاک میں ملے یہ عبرت ناک  
 داستان ابھی تاریخ ہند میں بیان ہونی باقی ہی پھر بھی بڑی خیریت ہوئی کہ  
 ظاہری آرایش کی کثرت سے شاعری کا اصلی حُسن چھپا رہا۔ مبالغوں اور  
 لفظی رعایتوں نے خود ہی اس آگ کے شعلے و بادِیئے اگر کہیں اس رنگ  
 میں جرات، انشا، مرزا شوق اور میاں نظیر کے طرز پر شاعری نے اپنا پورا  
 پورا جلوہ دکھایا ہوتا تو پھر قیامت تھی فحش اور مبتذل کلام سے تو بچ نہیں  
 ان داسوختوں نے نہ معلوم کتنے نونمال جھلس ڈالے۔ البتہ اس رنگ کے  
 متین اور مذبذب کلام کو لیجئے۔ اس میں ہزار لفظی اور معنوی خوبیاں سی  
 لیکن تاثیر جو شاعری کی جان ہی کیا ہے۔

اگرچہ بہت سا کلام گردشِ ایام کی نذر ہو گیا۔ تاہم اب بھی نظموں کا  
 ایک وافر ذخیرہ موجود ہے اور خدا کا شکر ہے کہ جا بجا ایسی نظمیں بھی ملتی ہیں  
 جو حق کے پاکیزہ اور لطیف مضامین قوم کے واسطے مایہ حیات اور سرمایہ  
 سہاہت ہیں جس کے بیان کی صفائی و حقیقت آمیزی اور جن کی زبان کی

شگفتگی و بے ساختگی سے شاعری کی سحر کاریاں جلوہ گریں ایسا کلام خود بخود  
 قلب کو گراتا اور رُوح کو تڑپاتا ہے۔ سوتوں کو جگاتا اور ڈوبتوں کو تڑپاتا ہے  
 ہنستوں کو رولاتا اور روتوں کو ہنساتا ہے شاعری نے اس میں بلا کا اثر  
 بھردیا ہے۔ کسی عارضی اور مصنوعی ذوق کے بجائے خود انسانی فطرت  
 اس کی مقبولیت کی ضامن ہے اور نفسیات کے دربار سے اسی کو بقائے  
 دوام کا فرمان ملا ہے۔

اشاعتِ ادب، ترقی زبان اور اصلاحِ تمدن کی ایک عمدہ سہیل یہ ہے  
 کہ خاص خاص رنگ کا شاعرانہ کلام مرتب کر کے ناظرین کے روبرو پیش  
 کیا جائے۔ چنانچہ زندہ دل اور علم دوست قوموں میں ادبی خدمت کا یہ  
 طریق بہت رائج اور مقبول ہے۔ آئے دن اچھے سے اچھے انتخابات شائع  
 ہوتے رہتے ہیں اس ترکیب مطالعہ کا شوق بڑھتا ہے، ذوقِ سلیم پیدا ہوتا  
 ہے اور شاعری اپنا کام کر دکھاتی ہے۔

کچھ انتخابات آج کل نصابِ تعلیم میں داخل ہیں بعض شاعروں کا منتخب

کلام بھی شائع ہو رہا ہے لیکن اب تک ایسے مسلسل اور مربوط انتخابات کا انتظام  
 راجہ ادبی مرقعوں کا کام دیں۔ بڑی ضرورت یہ ہے کہ شاعری کے موجود  
 رجحانات اور مقامات پیش نظر ہو جائیں تاکہ جو ادیب اور شاعر اپنی ذمہ داریوں  
 سے واقف ہوں شاعری کی اصلاح و ترقی کی معقول تجاویز سوچیں اور  
 کارگر تدابیر اختیار کریں۔ انتخابات سے پتہ چلا کہ ہماری شاعری کی بہت سے  
 شعبے توجہ طلب ہیں۔ مثلاً اب تک وہ دین و ملت سے بیگانہ بلکہ برگشتہ ہی  
 حمد، نعت اور مناجات جن میں کچھ خلوص و نیاز کی چاشنی ہو مشکل سے مٹی ہیں  
 اور قومی نظئیں تو بوجہ ندرت ابھی تک تبرک بنی ہوئی ہیں اسی طرح جذبات  
 کو لیجئے۔ اول تو ایشیائی طبیعت یوں ہی حزن پسند ہے دوسرے اُردو  
 شاعری نے قومی تنزل اور تباہی کے دُور میں ہوش سنبھالا قدرتا کلام بارید  
 اور یاس انگیز ہے۔ دنیا کی بے ثباتی، زمانہ کی گردش، تقدیر کی بندش،  
 فتادگی و خود فراموشی، سکون و خاموشی جب رگ کا یہ سرگم ہو تو پھر مٹھن  
 ہے کہ اسے سُن کر مال و دولت اور جاہ و جہمت سے دل ہزار نہ ہو۔ شاعری کی

یہ بروقت ہماری جیسی مضحل اور تباہل پسند قوم کو حق میں بہت خطرناک ہے۔  
 کہیں خدا نخواستہ جدوجہد کے رہی سے ولولے اور ترقی کی اُمَنگیں پھر سرد  
 نہ پڑ جائیں اس وقت تو کچھ ایسے حارِ نسخہ کی ضرورت ہے جس سے دلوں  
 کی افسردگی نکلے۔ اولو العزمی اُبھرے اور لوگوں میں گرمجوشی پیدا ہو جائے۔  
 گرم سرد اجزا کی آمیزش سے خود بخود شاعری میں ایک صحت بخش اعتدال  
 پیدا ہو جائے گا۔ علیٰ ہذا قدرت کو لیجئے اس کے بے شمار عجائبات ہمیشہ  
 سے آنکھوں کے سامنے موجود رہے۔ لیکن ہمارے شاعروں نے کہیں  
 اب جا کر نقاشی شروع کی ہو اور ابھی وہ زمانہ دُور ہے جب کہینچر کی تصاویر  
 منہ سے بولنے لگیں۔ حاصل کلام یہ کہ اُردو شاعری میں گونا گوں اصلاح و  
 ترقی کی ضرورت و گنجائش ہے اور بحالتِ موجودہ غالباً انگریزی شاعری  
 اس کام میں بہت زیادہ مدد دے سکتی ہے۔

اسی ضرورت کے خیال سے خدا کا نام لے کر ہم منتخباتِ نظم اُردو کا  
 ایک باقاعدہ سلسلہ مشروع کرتے ہیں۔ مجاہدِ مضامین کے لحاظ سے

اس کے تین جُداگانہ حصے قرار پائے ہیں۔

(۱) معارفِ ملت - حمد، نعت، مناجات اور اخلاقی و قومی نظموں کا گلدستہ۔

(۲) جذباتِ فطرت - سب دلوں کی کمانی چند شاعروں کی زبانی بقول غالب ۷

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اُس نے کہا میں نہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے  
(۳) مناظرِ قدیمت - اوقات، مقامات، مخلوقات و اوقات کی دلکش تصاویر کا مجموعہ۔  
ایسے وسیع انتخابات میں سب نظموں کا ادبی حیثیت سے ہم پہلہ ہونا نہ تو ممکن ہے اور نہ مطلوب۔ چنانچہ اساتذہ کے کلام کے پہلو یہ پہلو نوشق اور غیر معروف شاعروں کی طبع آزمائیاں درج ہیں لیکن شاعری کے رنگ و بو سے کوئی نظم خالی نہیں بعض نظمیں جو ادبی لحاظ سے شاید ادنیٰ خیال کی جائیں اس لئے خاص طور پر قابلِ قدر ہیں کہ وہ پہلے پہل سے نئے نئے ضروری مضامین کے صاف ستھرے خاکے بطور نمونہ پیش کرتی ہیں یہ

پوچھے تو یہ بھی بڑا کام ہو خدا بانی انہی کی دیکھا دیکھی آگے چل کر سخن نگار قلم کیسے کیسے انوکھی اور پیاری تصاویر کھینچ دکھائیں۔ علاوہ بریں ارتقاء شاعری کی تحقیق میں بھی یہ نظمیں ناگزیر ہونگی پھر کسی جامع انتخاب میں کنوکر نظر انداز ہو سکتی ہیں۔ اگر کچھ نظمیں بعض حضرات کے لطیف ادبی مذاق پر بار ہوں تو اُمید ہے کہ وہ معذرت قبول فرمائیں گے باتیمہ ان کی ضیافت طبع کے واسطے اساتذہ کا بھی کافی کلام موجود ہے۔ اگر انار کے کچھ دلنے پکے ہوں تو اس سے باقی انار کی شیرینی و لطافت میں کچھ فرق نہیں آتا۔

انتخاب اور ترتیب کا طریق خود مجموعوں سے ظاہر ہے۔ اصل مضمون پیش نظر رکھ کر نظموں سے غیر ضروری اجزا نکالنا، مفید مطلب مقامات چھانٹنا حسب صلاحیت ان کو از سر نو ملانا یا جداگانہ نظموں کی شکل میں لانا پھر نظموں کے موزوں عنوانات قرار دے کر ان کو مضمون و اس طرح ترتیب دینا کہ بہتر نظم کا موقع محل ایک خاص موزونی اور معنی رکھتا ہو یہ سب اہتمام کیا تب کہیں اس سلسلے میں منتخبات کا ذوق پڑا۔ آئندہ جوں جوں موزوں کلام دستیاب

تمید

ہوگا، ہر حصہ کی متعدد جلدیں بتدریج شایع کی جائیں گی جو ساخت اور  
نقصانست کے لحاظ سے تقریباً یکساں ہوں گی اُمید ہے کہ اس طرح پُرپو  
شاعری کا ایک وسیع انتخاب مرتب ہو جائیگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

جن شاعروں کے کلام سے دل و دماغ بلکہ رُوح کو تفسیر و جلا  
ہوتی ہے ان کا پورا پورا شکریہ کوئی کس طرح ادا کرے۔ خدای تعالیٰ ان کو  
جزائے خیر دے۔ آمین

جن حضرات نے مہربانی فرما کر نظموں کی فراہمی میں مدد دی، اس سلسلہ کی  
جلدوں کو اپنی قابلانہ رہائیوں سے فرین فرمایا اور اس کی طباعت وغیرہ  
کا حسبِ نحو اہتمام کیا مؤلف ان کا بھی بدل ممنون احسان ہے۔

ملک کو اُردو اور بالخصوص شاعری کو ایسے انتخابات جو فائدہ  
پہنچے گا اُس کے زیادہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ بجز یہ خود بہت جلد  
ثابت کرنے گا۔ السعی منی والاک تمام من اللہ۔

الیاس برنی

جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن۔ جولائی ۱۹۵۷ء



# تمہید دوم

خدا کا شکر ہے کہ ملک میں اس سلسلہ کی اُمید سے بڑھ کر قدر ہوئی۔ معزز اخباروں اور ممتاز اذیبوں نے گرجوشی سے اظہارِ پسندیدگی فرمایا۔ اور بالاتفاق اس سلسلہ کو جاری رکھنے کا مشورہ دیا بلکہ اصرار کیا۔ اس کے شائع ہوتے ہی بلا مبالغہ فرمائشوں کا تار بندہ گیا۔ اکثر صوبوں کے مدارس میں نصاب۔ انعام اور کتابت کے واسطے اس سلسلہ کی کتابیں منتخب اور منظور ہو گئیں۔ غرض ہر طریق سے اُردو خواں پبلک کی دلچسپی اور قدر دانی سلسلہ کے متعلق روز افزوں نظر آتی ہے۔ اس بہت افزائی نے قدرۃً نئے سٹوں کی تالیف و طبع کی رفتار تیز کر دی۔ چنانچہ سلسلہ ۱۹۱۹ء میں پہلا اور سلسلہ ۱۹۲۰ء میں دوسرا سٹ شائع ہوا۔ سلسلہ ۱۹۲۱ء میں تیسرا سٹ کے ساتھ ساتھ پہلے دو سٹوں کے دوسرے ادیشن نکل آئے۔ اسی دوران میں اور مواد فراہم ہوتا رہا۔ اُمید ہے کہ چوتھا سٹ بھی سال آئندہ شائع ہو جائے گا۔ انشاء اللہ۔

پہلے دوسٹوں میں انتخاب اور ترتیب کی مدد سے ہر جہاگاہ نظم سے ایک مستقل مضمون نمایاں کرنے کی کوشش کی گئی۔ تیسرے سٹ میں جدت گری نے اور بھی زیادہ آزادی برتی ہے۔ یعنی ایک ہی نظم کے طور پر اسی شاعر کے متفرق اشعار اس طرح ترتیب دیئے ہیں کہ ان کے اجتماع سے نئے نئے لطیف مضامین مترشح ہونے لگے اور خود شاعر کے ارتقا و تخیل کے عجیب و غریب نقشے پیش نظر ہو گئے۔ انتخاب اور ترتیب کے فن میں اس جدت سے بہت کچھ کام بننے کی امید ہے اور یقین ہے کہ یہ طریق بہت مقبول ہوگا۔ بطور تمثیل جذبات فطرت جلد سوم میں بعض نظمیں بالخصوص علامہ میر تقی میرؒ کا م میرؒ ۱۳ اشکاتِ الفت ۱۴ نگاہِ الفت ۱۵ آرزوئے الفت ۱۶ خواب عاشق ۱۷ بے زبانی ۱۸ قاصد ۱۹ کیفیتِ عشق ۲۰ رازِ عشق ۲۱ کوئے یار ۲۲ گل و بلبل قابل ملاحظہ ہیں۔

خدا کو منظور ہے تو یہ سلسلہ اُردو شاعری کے موتی جو ابھر خزانہ شمار ہوگا۔ السبحی منی وکلاً تمام من اللہ۔

الیاس برنی

جامعہ خجندیہ - حیدرآباد دکن

اکتوبر ۱۹۵۲ء

# معارفِ ملت

جلد سوم

فہرستِ مضامین

ہر جلی عنوان سے ایک نیا مضمون شروع ہوتا ہے  
اور اس کے تحت میں مضامین متجانہ درج ہیں۔

صفحہ

- |   |      |  |
|---|------|--|
| ۱ | نظیر | (۱) حمد  |
| ۲ | نظیر | (۲) عبادت  |
| ۳ | نظیر | (۳) توکل   |
| ۵ | نظیر | (۴) راضی برضا                                      |
| ۶ | نظیر | (۵) فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ |

صفحہ ۶	اکبر	(۶) معرفت
۱۰	سودا	(۷) معرفت
۱۰	میر	(۸) وحدت
۱۱	سودا	(۹) معرفت
۱۲	شہید علی	(۱۰) معرفت
۱۱	میر	(۱۱) شوق
۱۳	میر	(۱۲) دل
۱۴	میر	(۱۳) کسی کا جلوہ
۱۵	نظیر	(۱۴) معرفت
۱۶	میر	(۱۵) مے بخودی
۱۸	میر	(۱۶) اسرارِ عشق
۲۱	میر	(۱۷) رموزِ وحدت
۲۳	میر	(۱۸) عارف کی زاہدے چھڑ چھاڑ
۲۵	بینظیر	(۱۹) ہدایت
۲۶	بینظیر	(۲۰) راز و نیاز

# معارفِ ملت

۳۰  
صفحہ  
جلد سوم

- (۲۱) عالمِ قدس - - - - - بنیظیر ۳۸
- (۲۲) بی بی آمنہ کا بترمرگ - - - - - زرخ-ش ۳۲
- (۲۳) نزولِ وحی - - - - - نظم طباطبائی ۳۴
- (۲۴) اسلام کی روانی - - - - - مناظرِ احسن ۳۵
- (۲۵) رحمۃ للعالمین - - - - - بنیظیر ۳۸
- (۲۶) عاشقِ رسول - - - - - کیف ۴۰
- (۲۷) فریادِ بدرگاہِ سرورِ عالم - - - - - دیوانہ ۴۱
- (۲۸) کچھ تو کیا چاہیے - - - - - میر ۴۳
- (۲۹) نقد کا سودا - - - - - نظیر ۴۴
- (۳۰) عبرت - - - - - ہوس ۴۵
- (۳۱) شبِ نیم - - - - - دسرد ۴۶
- (۳۲) طلسمِ حقیقت - - - - - نظیر ۴۷
- (۳۳) حکمت - - - - - سودا ۴۸
- (۳۴) حقیقتِ عالم - - - - - میر ۴۸
- (۳۵) تماشا کے عالم - - - - - احمدی ۵۰

صفحہ

۵۴	میر	(۳۶) کارواںِ سرکے
۵۵	جوہر	(۳۷) بہارِ زندگی
۵۶	نظیر	(۳۸) ہنس
۵۸	میر	(۳۹) اسرارِ مرگ
۵۹	حکیم	(۴۰) ترانہٴ حیات
۶۱	صفی	(۴۱) رجزِ مسلم
۶۲	بنیظیر	(۴۲) شاہِ اسلام
۶۳	زخ-ش	(۴۳) سپانامہٴ اردو
۶۵	عالی	(۴۴) قومی ترانہ
۶۶	اکبر	(۴۵) تازہ واردات
۶۷	نظیر	(۴۶) محتاجاتِ باری تعالیٰ
۶۸	نظیر	(۴۷) ثنائے پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم
۶۹	نظیر	(۴۸) خطاب بہ نفس
۷۲	نظیر	(۴۹) وصفِ سخاوت
۷۳	نظیر	(۵۰) مذمتِ بخل

# معانی

۵

صفحہ ۵  
جلد سیم

۵۱	صفت تواضع	نظیر
۵۲	مذمت تکبر	نظیر
۵۳	فضیلت علم	نظیر
۵۴	اتباع از محبت جاہلان	نظیر
۵۵	صفت عدل	نظیر
۵۶	مذمت ظلم	نظیر
۵۷	صفت قناعت	نظیر
۵۸	مذمت حرص	نظیر
۵۹	صفت وفا	نظیر
۶۰	صفت طاعت	نظیر
۶۱	صفت عبادت	نظیر
۶۲	مذمت عصیان	نظیر
۶۳	تعریف شکر	نظیر
۶۴	صفت صبر	نظیر
۶۵	صفت شرب عشق	نظیر
۶۶	صفت راستی	نظیر

صفحہ	تظہیر	جلد سوم (۶۷)	ذمتِ دروغ	..	..	..	..
۱۱۰	تظہیر	..	..	..	..	..	..
۱۱۱	تظہیر	..	..	..	..	..	..
۱۲۱	حالی	..	..	..	..	..	..
۱۲۲	حالی	..	..	..	..	..	..
۱۲۳	حالی	..	..	..	..	..	..
۱۲۴	حالی	..	..	..	..	..	..
۱۲۵	حالی	..	..	..	..	..	..
۱۲۶	حالی	..	..	..	..	..	..
۱۲۷	حالی	..	..	..	..	..	..
۱۲۸	حالی	..	..	..	..	..	..
۱۲۹	حالی	..	..	..	..	..	..
۱۳۰	حالی	..	..	..	..	..	..
۱۳۱	حالی	..	..	..	..	..	..
۱۳۲	حالی	..	..	..	..	..	..
۱۳۳	حالی	..	..	..	..	..	..
۱۳۴	حالی	..	..	..	..	..	..
۱۳۵	حالی	..	..	..	..	..	..
۱۳۶	حالی	..	..	..	..	..	..
۱۳۷	حالی	..	..	..	..	..	..
۱۳۸	حالی	..	..	..	..	..	..



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# مَعَارِفِ مِلّت

۱- حمد

تو خالقِ ارض و سما تو حاکمِ قدرتِ عظمیٰ  
ہی حکم تیرا جا بجا لے عرشِ تہا تحتِ انبیاء  
برتر مقدس، ذو العلاء، بندہ تیرے شاہد و گواہ  
دُنیا و دین کی یا خدا برحق تجھی کو ہی روا

فرمانِ زوالی، حاکمی، شاہیِ خدائیِ سروری

تو قادرِ سبحان ہی اقدسِ مُلّا شان ہی  
خالق ہی اور رحمن ہی رزاق اور مَنَّان ہی  
تیرا کرم ہر آن ہی احسانِ بے پایان ہی  
ہم کو یہی شایان ہی جب تک بن میں جان ہی

ہر آن میں لاویں بجا شکرانہ و فرمانبری

جلوسم ہو تو ہی رب العالمین اور تو ہی خیر الرحمن  
 کتنا ہی تیرے تیس عہد تر کوئی نہیں  
 لے آسمان ستارہ میں سب عباد تو ہمیں  
 یہ نظیر عصیان میں جانے ہی باصدق  
 ہو گی تے ہی فضل سے ہر جامی کھوٹی کھری

نظیر

## ۲۔ عبادت

دلا تو کہنے کو میرے یقین جان میاں  
 جو بات تجھے کہوں میں اسی تو مان میاں  
 نہ کھو تو عمر کو غفلت میں ہر زمان میاں  
 دہن میں پھرتی ہی جب تک کہ زبان میاں  
 خدا کا نام آیا کر تو آن آن میساں  
 علی جہاں میں تجھے یہ جو زندگانی ہی  
 یہ چند روز ہی لے جانے جاودانی ہی  
 عبادت اس کی پیالہ میں جس نے ٹھانی ہی  
 اسی کو دونوں جہاں بیچ شادمانی ہی  
 وہی تو کر جو رہے تو بھی شادمان میاں  
 جو ہر طرح تو عبادت میں دل لگا دے گا  
 تو یاں بھی خوش رہی گا واں بھی خوش ہو گا  
 ہزاروں فائدے دلخواہ اس میں پائے گا  
 اور اپنی عمر جو غفلت میں تو گنوائے گا  
 تو اس میں ہو گا نہایت ترازیاں بیلاں

نماز پڑھ کے ذرا صبح کے چمن کو دیکھ بہار باغ غنایات ذوالمنن کو دیکھ جلد سوم  
ریاضِ رُوح کو اور گلستانِ تن کو دیکھ نعیمِ راحت و آرام و پیرہن کو دیکھ  
کہ ہیں خدا کے یہ الطاف بیکرانِ میاں

کے گنہ گار جو رنج و عذاب دیکھے گا بروزِ حشر بہت پرہیز و تاب دیکھے گا  
اگر صواب کرے گا ثواب دیکھے گا خوشی سے اپنے تئیں کامیاب دیکھے گا  
ہمیشہ حسنِ عمل سے لگا تو دہیاں میاں

یہ زندگی ہی غنیمت ہے تو مفت نہ کھو خدا کا شکر بجا لا ہر اک طرح خوش ہو  
یہ دنیا مزرعِ حق ہے اس میں نیکی ہو کہا نظیر نے جو کچھ تو یاد رکھ اس کو  
اسی میں تیری سادگی کا نشان دہیاں

نظیر

۳۔ توکل

اے دل کہیں تو جا کے نہ اپنی زباں پہاے اور دُور دل کا اپنے کسی کو تو مت سناے  
مانگ اس سے جس کے ہاتھ سے تو پیٹ بھر کے کھاے مشورِ پیشل ہی کہوں کیا میں تجھے ہاے

خیر خدا کے کس میں ہے قدرت جو ہاتھ اٹھاے

مقدور کیا کسی کا وہی ہے وہی دلاے

معلوم قادیر خالق و حاکم حکیم ہے مالک ملک حتیٰ تو انا قدیم ہے  
 دونوں جہاں میں ذات اسی کی کریم ہے یحییٰ اسی کا نام غفور الرحیم ہے  
 غیر از خدا کے کس میں ہو قدرت جو ہاتھ اٹھا  
 مقدور کیا کسی کا وہی ہے وہی دلا

اس کے سوا کسی کے کئے گرتو جائے گا اس آبرو کو اپنی تو ناحق گنوائے گا  
 شرمندہ ہوئے یونی تو خالی پھر آئے گا بن حکم اس کے یار تو اک جو نہ پائے گا  
 غیر از خدا کے کس میں ہو قدرت جو ہاتھ اٹھا  
 مقدور کیا کسی کا وہی ہے وہی دلا

گروہ دلایا چاہے تو دشمن سے لادلا اور جو نہ دی تو دوست بھی پھر اپنا پرچھا  
 بن حکم اس کے روٹی کا ٹکڑا نہ ہاتھ آئے گر چلو پانی مانگو تو ہرگز نہ کوئی پائے  
 غیر از خدا کے کس میں ہو قدرت جو ہاتھ اٹھا  
 مقدور کیا کسی کا وہی ہے وہی دلا

زردار مالدار کے مت پھرتو آس پاس محتاجی سے آپ وہ بیٹھا ہی جی اوس  
 مان پاپ یار دوست جگر سبے ہونرا اس ہر دم اسی کریم کی رکھ دل میں اپنی اس  
 غیر از خدا کے کس میں ہو قدرت جو ہاتھ اٹھا  
 مقدور کیا کسی کا وہی ہے وہی دلا

عہدہ ہیں جتنی خلق میں کیا شاہ کیا وزیر اللہ ہی بس غنی ہے میاں او میں سب فقیر جلد سوم  
کیا گنج و ملک مال و مکاں تاج کیا سریر جو مانگنا ہی اس سے ہی مانگو میاں نظیر  
غیر از خدا کے کس میں ہو قدرت جو ہاتھ اٹھا  
مقدور کیا کسی کا وہی دے وہی دلائے

نظیر

## ۴۔ رضی برضا

جو فقر میں پوری ہیں وہ ہر حال میں خوش ہیں ہر کام میں ہر دم میں ہر حال میں خوش ہیں  
گرمال دیا یا رنے تو مال میں خوش ہیں بے زرجو کیا تو اسی احوال میں خوش ہیں  
افلاس میں ادبار میں اقبال میں خوش ہیں  
پوئے ہیں وہی مرد جو ہر حال میں خوش ہیں  
چہرے پہ ملالت نہ جگر میں اثرِ غم ماتھے پہ کہیں چین نہ ابرو میں کہیں خم  
شکوہ نہ زباں پر نہ کبھی چشم ہوئے غم غم میں بھی وہی عیشِ الم میں بھی وہی دم  
ہر بات ہر اوقات ہر افعال میں خوش ہیں  
پوئے ہیں وہی مرد جو ہر حال میں خوش ہیں

معلوم جینے کا نہ اندوہ نہ مرنے کا ذرا غم یکساں ہی انہیں زندگی اور موت کا عالم  
واقف نہ برس ہی نہ مینے سے وہ اکدم نہ شب کی مصیبت نہ کبھی روز کا ماتم

دن رات گھڑی پر مہ وسال میں خوش ہیں

پوئے ہیں ہی مرد جو ہر حال میں خوش ہیں

ان کے تو جہاں میں عجب عالم ہیں نظیر آہ اب ایسے تو دنیا میں ولی کم ہیں نظیر آہ  
کیا جانے فرشتے ہیں کہ آدم ہیں نظیر آہ ہر وقت میں ہر آن میں خرم ہیں نظیر آہ

جس ڈھال میں کھا وہ اسی ڈھال میں خوش ہیں

پوئے ہیں ہی مرد جو ہر حال میں خوش ہیں

نظیر

۵۔ فَاِذَا نَكَحْتَ عَلِيَّهْمْ لَكُمْ يَخْرُؤُنْ

ہیں عاشق اور معشوق جہاں وہاں شاہ وزیر ہی ہر بابا

نہ رونما ہے نہ دھونا ہے نہ درد اسیری ہے بابا

دن رات ہساریں چلیں ہیں اور عشقِ صغیری ہے بابا

جو عاشق ہوئے سو جانے ہیں یہ بھیدِ فقری ہے بابا

جلد سوم

ہر آن ہنسی ہر آن خوشی ہر وقت امیری ہے بابا  
 جب عاشق مست فقیر ہوئے پھر کیا دلگیری ہی بابا  
 ہے چاہ فقط اک دلبر کی چہر اور کسی کی چاہ نہیں  
 اک راہ اسی سے رکھتے ہیں پھر اور کسی سے راہ نہیں  
 یہاں جتنا رنج و تردد ہے ہم ایک سے بھی آگاہ نہیں  
 کچھ مرنے کا سہیچہ نہیں کچھ جینے کی پرواہ نہیں  
 ہر آن ہنسی ہر آن خوشی ہر وقت امیری ہی بابا  
 جب عاشق مست فقیر ہوئے پھر کیا دلگیری ہی بابا  
 کچھ ظلم نہیں کچھ زور نہیں کچھ دوا نہیں فریاد نہیں  
 کچھ قید نہیں کچھ بند نہیں کچھ خبر نہیں آزاد نہیں  
 شاگرد نہیں استاد نہیں ویران نہیں آباد نہیں  
 ہیں جتنی باتیں دنیا کی سب بھول گئے کچھ یاد نہیں  
 ہر آن ہنسی ہر آن خوشی ہر وقت امیری ہے بابا  
 جب عاشق مست فقیر ہوئے پھر کیا دلگیری ہے بابا  
 جس سمت نظر بھر دیکھے ہیں اس دلبر کی چھواری ہے  
 کیس بھری کی ہریالی ہے کیس پھولوں کی گھٹائی ہے

دن رات مگن خوش بیٹھے ہیں اور آس اسی کی بھاری ہے

بس آپ ہی وہ داتاری ہے اور آپ ہی وہ بھنڈاری ہے

ہر آن ہنسی ہر آن خوشی ہر وقت امیری ہے بابا

جب عاشق مست فقیر ہوئے پھر کیا دلگیری ہے بابا

نتِ عشرت ہے نتِ فرحت ہے نتِ راحت ہے نتِ شادی ہے

نتِ ہر و کرم ہے دلبر کا نتِ خوبی خوب مرادی ہے

جب اُٹا دیا الفت کا ہر چار طرف آبادی ہے

ہر رات نئی اک شادی ہے ہر روز مبارکبادی ہے

ہر آن ہنسی ہر آن خوشی ہر وقت امیری ہے بابا

جب عاشق مست فقیر ہوئے پھر کیا دلگیری ہے بابا

ہم پا کر جس کے حُسن کے ہیں وہ دلبر سب سے اعلیٰ ہے

اس نے ہی ہم کو جی بخشا اس نے ہی ہمس کو پالا ہے

دل اپنا بھولا بھالا ہے اور عشق بڑا متوالا ہے

کیا کیئے اور نظیر آگے اب کون سمجھنے والا ہے

ہر آن ہنسی ہر آن خوشی ہر وقت امیری ہے بابا

جب عاشق مست فقیر ہوئے پھر کیا دلگیری ہے بابا

بچہ



## ۶۔ معرفت

کہہ دیا میں نے کہ ”ہوں“ اور یہ نہیں سمجھا کہ کیا؟  
 اس خودی کا حشر کیا ہوتا ہے دیکھا چاہیئے  
 ہستی بے ثبات نے جانِ بشر کو کیا دیا      نفسِ سرِ حرص آگئی ہوش نے ”میں“ بتا دیا  
 نفس نے کہہ دیا غلط عقل نے بھی ملائی ہل      منزلِ ذوقِ رُوح کا دل نے اگر تپا دیا  
 چشمِ خرد سے عار تھا حُسنِ جنوں پسند کو  
 عقل نے آنکھ بند کی اس نے حجاب اٹھا دیا  
 مجھے کیا خبر یہ ہے کیا اثر نہ وہ ہوش ہی نہ وہ جان ہی  
 فقط اک نظر ہے جہان پر نہ خیال ہے نہ زبان ہے  
 نہ دماغ صرف رہ نظر نہ دلیل باعثِ دردِ دوسر  
 وہی جوشِ لذتِ دید ہے نہ قیاس ہے نہ گمان ہے  
 یہاں حدوں کا نشان کس نے فخلِ حروفِ بیا کس  
 مراغش ہی ترا حُسن ہی۔ مری آنکھ ہے تری شان ہی

## ۷۔ معرفت

ہر اک شے میں سمجھ تو ظہور کس کا ہے      شر میں دُشنی شعلے میں نوکس کا ہے  
دماغ خلقِ پُر از کبریٰ میں حیران ہوں  
یہ مشتِ خاک میں اتنا غر و کس کا ہے

سودا

## ۸۔ وحدت

ہی قاتلِ حمد و ہر انداز      جو سب میں ہوا ہی جلوہ پرداز  
اس کو مےِ احسن نے چمکایا      ہستی کا نشہ اسی سے پایا  
پی اس نے شرابِ خود پرستی      طاری ہوئی اس پہ زورِ ستی  
وہ مستِ شرابِ ناز ہے فرد      خورشیدِ ہی اس کا جامِ پرور  
ہی گردِ ششِ چشمِ اس سے انہوں      پھر طے ہی جس کے ساتھ گردوں  
ظلمتِ ہی دوئی کی تجھے احوال      آخر ہے وہی، وہی ہی اول  
عالم ہے قریبِ مےِ خام      ہی دورِ پہرِ گردِ ششِ جام

مشہور جہاں جو کیف و کم ہے      بے نشہ جو ہوئے تو ستم ہے      جلد دوم  
وہ مست نیاز ہی جسم میں      وہ رفتہ ناز ہی صنم میں  
ہی آبِ بخی زمانہ اس سے      روشن ہی تمام خانہ اس سے  
شمشاد ہی سرفراز اس سے      گل وید و نیم باز اس سے  
خوگر اسے ناز پیشگی ہے      وہ ہے کہ جسے ہمیشگی ہے  
جو عکس پڑا ہی جامِ مے میں      آتی ہے صدا اسی کی نے میں  
ہی جلوہ گری میں یاں لبِ ناز      وہ مست گزارہ و سر انداز  
سو رنگ ہیں اس کے یاد رکھ تو      ہر جلوے سے دل کو شاد رکھ تو  
کم میں جو کچھ نہو دیں ہی  
ہر لحظہ اسے سجد میں ہے

میر

## ۹۔ معرفت

غیر کے پاس یہ اپنا ہی گماں ہی کہ نہیں      جلوہ گریاں مراد نہ کہاں ہی کہ نہیں  
مہر زتے مہر تجھ کی نظر آتا ہی      تم مجھ تک کچھ تو صاحبِ نظر ہی نہیں

جلد سوم دل کے ٹکڑوں کو بغل پیچ لے پھرتا ہوں کچھ علاج ان کا بھی ایشیہ گراں ہے کہ نہیں  
پاس ناموس مجھے عشق کا ہر اے بلبل  
ورنہ یاں کون سا اندازِ فغاں ہے کہ نہیں

سودا

## ۱۰۔ معرفت

مٹا مبلبل میں عطرِ گل کی ہنوز بو بھی نہیں گئی ہے  
ابھی تو نامِ خدا ہی غنچہ نسیم چھو بھی نہیں گئی ہے  
شہیدی اتنی ہو پرتی نشہ میں بیٹھا ہے بھولے ہستی  
ہوئی ہے جس مے کی تھکواستی وہ تاگلو بھی نہیں گئی ہے

شہید

## ۱۱۔ شوق

گربا دے میں تجھ کو صبا لے کے جائے شوق مجنوں کو میری اوڑسے کیو دے شوق  
وصلِ جدائی سے ہر مبرا وہ کام جاں معلوم کچھ ہوا نہ ہیں یاں سوائے شوق

ہر چار اُور اڑتی پھرے ہی ہماری خاک سر سے گئی نہ جی بھی گئے پر ہو اے شوق جلد سوم  
 دیرو حرم میں ہم کو پھر آتا ہی دیر تک پھر بھی جہائے ساتھ وہی ہوائے شوق  
 افسوس ایسے کوچے سے تم آشنائیں کیا دردناک نے بھی کوئی ہوئے شوق  
 درد اور آہ و نالہ کرے ہی دم سحر یک مشت پیر ہی مرغ گلستاں پہ نئے شوق  
 کیا پوچھتے ہو شوق کہاں تک ہی ہم کو میسر  
 مرزا ہی اہل دیو کا ہے انتہائے شوق

میسر

## ۱۳۔ دل

طریق عشق میں ہے رہنا دل ہمیر دل ہی قبلہ دل خدا دل  
 گئے وحشت باغ و راع میں تھے کہیں ٹھیرا نہ دُنیا سے اٹھا دل  
 اسیری میں تو کچھ و اشد کبھوتھی رہا غمگین ہو جب رہا دل  
 ہوا پتر مردہ بے صبر بے تاب  
 کرے گا اس طرح کب تک خدا دل  
 چپے داب لوں سے بے کن کر آزا دل کم دماغی ہی بہت جھکوکہ ہوں بیمار دل

جلد دمِ ابتداء لے جھپٹیں ہونا تدارک کچھ تو تھا اب کوئی سنبھلے ہی مجھے دشتِ بیابان  
 باغ سے لڑ دشت تک رکھتی ہیں اک شوخِ عجب ہم اسیرِ نفس کے نالماے زارِ دل  
 یک توجہ میں رہی ہے سیر اس کی عرش پر  
 عقل میں آتے نہیں ہیں طرفہ طرفہ کا ردل  
 ماہیتِ دو عالم کھاتی پھرے ہے غوطی ایک قطرہ خوںِ دل کا طوفان ہی ہمارا  
 کرتا ہے کام وہ دل جو عقل میں نہ آئے  
 گھر کا مشیر کتنا نادان ہے ہمارا  
 قصرِ جہاں تو ہم نے دیکھا نہیں جو کئے شاید نہ ہوئے دل سا کوئی مکان میں پر

نہ تنگ کرے لے فکرِ روزگار کہ میں دل اس سے دم کو لے مستعار لایا ہوں

میر

### ۱۴۔ کسی کا جلوہ

کبھو غرقِ بحرِ تحیر رہوں کبھو سرِ سجیبِ تفکر رہوں  
 وہی جلوہ ہر آن کے ساتھ تھا تصویرِ مری جان کے ساتھ تھا

اسے دیکھوں حیدر کروں میں گندہ ہی ایک صورت ہزاروں جگہ  
 کیس مد کا آئینہ دردست ہی کیس باد و حسن سے مست ہی  
 کیس دہلری اس کو پیش ہی کیس مائل خوبی خویش ہی  
 سراپا میں جس جانظر کیجے وہیں عمر اپنی بسر کیجے  
 دلِ خو پذیرِ وصالِ دوام  
 ہی خواب میں روز و شبِ صبح و شام

میر

## ہم ار معرفت

ادھر اس کی نگہ کا ناز سے آکر پیٹ جانا  
 ادھر مرنے کا ترپنا غش میں آنا دم الٹ جانا  
 اک پردہ ہستی نہ رہا جوں نظر آیا وہ پردہ برانداز ہیں کیوں نظر آیا  
 اس مہر پرانوار سے شبنم کی طرح ہم گم ہوئے گئے ہم کو وہ جوں جوں نظر آیا

نظیر

## ۵۱۔ مے بخودی

ہو صرف شراب کاش ساقی      یہ شیشہ عمر ہے جو باقی  
 ہر قابلِ سیرِ خرم پوشاں      دریا دلی شرابِ نوشاں  
 کہتے گئے صاحبِ کرامات      ہم بھی نہیں قابلِ خرابات  
 بولوگ کہ اس جگہ سے اُٹھے      کب حلقہٴ حلقہ سے اُٹھے  
 یاں پیتے ہیں جامِ بخودی کا      ہے دُورِ تمام بخودی کا  
 از خود شن اک مقامِ ہیگا      وہ مرتبہ یاں مدامِ ہیگا  
 بخود ہو کہ یہ حجاب اُٹھے      دل یاں سے کہیں شباب اُٹھے  
 پنچیں ہیں خدا کو بخودی سے      پاتے ہیں خدا کو بخودی سے  
 پی جبرِ عہد و ہوش کو دُعا کہہ      ہر بادہ فروش کو دُعا کہہ

جوشش میں ہر بادہ کن سال

عبرت ہو جسے خوش اس کا احوال

اب دل میں مے بھی جوشش آیا      اب وقتِ وداعِ ہوش آیا  
 مستی کی مجھے بھی خواہشیں ہیں      اس عقل سے دل کو کاہشیں ہیں



کیچنوں میں کہاں تلک دم سرد      ساتی وہ شراب شعلہ پرورد  
وہ داروئے درد بیخوڑاں      وہ مایہ نور چشم کوراں  
سرمایہ عسرِ جاودانی      یعنی وہی آپ زندگانی  
وہ جس سے غبارِ دل سے دھوؤں      مینا کے گلے سے ل کے روؤں  
وہ موجبِ دل خوشی کہاں ہے      وہ داروئے بہشتی کہاں ہے  
لا اس کو جو آستین جھاڑوں      پھر ہاتھ چلے تو صیب پھاڑوں  
بیہوش شراب ناب رہیئے      یوں تا بجاکب کباب رہیئے

ہی مستی بخود ضروری

کھل جائے مقام بے شعوی

دل غم سے بھرا ہے زور میرا      تاعز ش گیا ہے شور میرا  
ہی دل میں کہ گل کی آرزو ہو      شیشہ ہو بغل میں اور تو ہو  
ہر گام پہ لغزشِ قدم ہو      تکلیف شراب و مہم ہو  
جب بچہ کنان ہوں صبح خیزاں      جب کا کل صبح ہو پریشاں  
جب نکلے ستارہ سحرگمہ      کر نعرۃ الصبح یک رہ  
ہی ذوقِ شراب صبح گاہی      بے لطف نہیں ہر روسیہا ہی

جلد سوم

شیشہ مرے منہ کو تو لگا دے کرا لیں نگاہ جو چھکا دے  
 جب بیخودی تمام آوے سر پر مرے ہوش رنکے جاوے  
 رخصت ہی تجھے کہ میں انوں گا بیہوش و خرد ہی پسہ ہوں گا  
 جیتا تو کروں گا شکر تیرا

ہو در نہ قبول عذر میرا

کیا میاں شراب تو نے پی ہی بیہودہ یہ گفتگو جو کی ہے  
 تو کا ہے کو اتنا ہرزہ گو تھا کب در گزشتہ تو تھا  
 بس سے زباں کو اب نہ تر کر مستی سخن پہ لک نظر کر  
 ہے نشہ سامعہ دو بالا  
 پھر حرف نہ جائے گا بٹھالا

مید

## ۱۶۔ اسرارِ عشق

کچھ حقیقت نہ پوچھو کیا ہے عشق حق اگر سمجھو تو خدا ہی عشق  
 عشق ہی عشق ہی نہیں ہے کچھ عشق بن تم کو کہیں ہے کچھ

جلد سوم

عشق بھتا جو رسول ہو آیا  
اس نے پیغامِ عشق پہنچایا  
عشق حق ہی کہیں نبی ہی کہیں  
ہے محمد کہیں علیؑ ہے کہیں  
عشق عالی جناب رکھتا ہی  
جبرئیل و کتاب رکھتا ہے  
عشق حاضر ہی عشق غائب ہی  
عشق ہی منظرِ عجائب ہی  
عشق مجھے یہ پوچھ مت کہیں ہے عشق  
عشق ہی انھیں کو جنھیں ہے عشق  
جب پتنگا ہوا تھا اُس سے دلغ  
تب دیا جی کو اپنے پیشِ چرخ  
عشق کی فاختہ متملک ہی  
عشق سے قمری ہی حریفِ سرو  
عشق سے دلفگار سائے ہیں  
مہ سے آنکھیں لڑا رہی ہی تدرو  
ایکوں کا حبیبِ تاباں چاک  
ایک کو بیوہ اس سے ناکہ کشی  
ایک کو بید می ہے جیسے غشی  
ایک کے پھول گل پہ نالے ہیں  
ایک کی جان ہی کے لالے ہیں  
چپ لگی ہی کسو کو اس کی سبب  
بند رہتے نہیں کسو کے لب  
کوئی باتیں کر ہی شوق کے تھ  
کوئی چمکا ہوا ہے ذوق کے تھ  
کسو کو فک کہ کوئی ذکر ہے  
کوئی صابر ہی کوئی شاکر ہی

سیر قابل ہیں ان کے دیوانے      سُنے کی گوں ہیں ان کے افغانے

شان ارفع ہیں جن کی خوار ہیں یاں

عقل والے جنوں شعار ہیں یاں

کیا حقیقت کہوں کہ کیا ہے عشق      حق شناسوں کی ہاں خدا ہی عشق

عشق سے جانیں کوئی خالی      دل سے لے عرش تک بھرا ہی عشق

کون مقصد کو عشق بن پہنچا      آرزو عشق مدعا ہی عشق

اور تدبیر کو نہیں کچھ دُخل

عشق کے درد کی دوا ہے عشق

ارض و سما میں عشق ہے سارا چاروں اور بھرا ہے عشق

ہم ہیں جناب عشق کے بندے نزدیک اپنے خدا ہی عشق

ظاہر باطن اول آخر پائیں بالا عشق ہی سب

نورِ ظلمت معنی صورت سب کچھ آپ ہی ہوا ہے عشق

جلد سوم

## ۱۴۔ رموز وحدت

آنکھیں جو ہوں تو عین ہی مقصود ہر جگہ      بالذات ہی جہاں میں وہ موجود ہر جگہ  
واقف ہوں شان بندگی سے قید قبلہ کیا      سر ہر کہیں تجھ کا کہ ہی محبوب ہر جگہ

گہ گل ہی گاہ رنگ گئے باغ کی ہے بو      آتا نہیں نظر وہ طرہ دار ایک طرح  
نیرنگ حُسن و مست سے کرا نکھیں آشنا      ممکن نہیں وگرنہ ہو دیدار ایک طرح

ہے ماسوا کیا جو میر کہئے      آگاہ سارے اس سے ہیں آگاہ  
جلوی ہیں اس کے شاین ہیں اس کی      کیا روز کیا خور کیا رات کیا ماہ  
ظاہر کہ باطن اول کہ آخر  
اللہ اللہ اللہ اللہ

گوش کو ہوش کو لک کھول کس شو جہاں      سب کی آواز کے پرشے میں سخن ساز ہی ایک

مظاہر سب اس کے ہیں ظاہر وہ      تحائف بیاں جو چھپاتے ہیں لوگ

عجب کی جگہ جو کہ اس کی جگہ ہماری تئیں ہی بتاتے ہیں لوگ  
 ہر ہم تو کھوئے گئے سے سدا  
 کبھو آپ ہیں ہم کو پاتے ہیں لوگ  
 تری آہ کس سے خیر پائے وہی بخیر ہے جو آگاہ ہر

ہستی اپنی ہی بیچ میں پردا ہم نہ ہو دیں تو پھر حجاب کیاں

میر پا آرزو جس نے بندہ کرو یا ہم کو وگرنہ ہم خدا تھے گردِ بے مدعا تھے  
 اسی کی ہی تھے ہیں ہمیں ہی بندگی خواہش ہیں تو شرم و انگیر ہوئی ہو خدا تھے

نہ کھینچیں کہ نہ نقصان ہم تو قیدی ہیں تین کے خودی سے کوئی نکلے تو اسے ہوئے خدا حاصل  
 پھر امت میر سر اپنا گراں گوشوں کی مجلس میں  
 سنے کوئی تو کچھ کہیے بھی ایسے کہنے کا حاصل

میر

جلد سوم

## ۱۸۔ معرفت کی زاہد سے چھپر چھپاڑ

خیال چھوڑے واعط تو بگناہی کا رکھے بے شوق اگر رحمت الہی کا

غالب تو یہ ہی زاہد رحمت سے دور ہو کر درکاروں گناہیں یاں بگناہیاں ہیں

پشیمان توبہ سے ہو گا عدم میں کہ غافل چلا شیخ لطف ہوا سے

شیخ بڑے محرابِ حرم میں پروں دگنا پڑھتے رہیں  
سجدہ ایک اس تیغ تلے کا ان سے ہو تو سلام کریں  
میل گرانی طبع کو اپنی کچھ بھی نہیں ہو ورنہ میسر  
دو عالم کو مانگ کے لاویں ہم جو تنک ابرام کریں  
کیا کیا دعائیں مانگی ہیں غلو تیشخیوں ظاہر جہاں سے ہاتھ اٹھایا تو کیا ہوا

نہ کوہ کہ شجر تو کرا کو اختیار کر س، زمانہ ہوئے مساعد تو روزگار کر س،

جلد سوم کہیں تو ہیں کہ عبث تیرے دیا جی کو خدا ہی جانے کہ کیا جی میں اس کے آئی ہو

درد ہے خود ہی خود دوا ہے عشق شیخ کیا جانے تو کہ کیا ہے عشق

نخنہ دست اس کی ٹٹائی خانہ ساری پڑا ہی برہم اب تک کا رخا نہ زہد و عتکا

شیخ کے آنے ہی کی دیر ہی میخانہ میں پھر سچہ سچا وہ کہاں جبہ دستار کیا

دیر میں کعبہ گیا میں خانہ سے ابکی بار راہ سے میخانہ کی اس راہ میں کچھ پھیر تھا

اب تو جانا ہی ہے کعبہ کو تو میخانہ سے جلد پھر پہنچو اے تیرے خدا کو سونپا

نہ ہو یوں میکہ مجد ما پر دانِ شِ عاتی ہیں ہوا ہی دونوں جا لہ ایک دُباری گزرا پنا

بہر بھی دیر کے لوگوں ہی کی سی کئے نگا کچھ خدا لگتی تھی کست جو مسلمان ہوتا



سہل ہے تیر کا سبھنا کیا ہر سخن اس کا اک مقام ہے ہی  
میر صاحب کا ہر سخن ہے رمز  
بے حقیقت ہی شیخ کیا جانے

میر

## ۱۹- ہدایت

یہ کہنے لگا مجھ سے وہ عرش جاہ  
یہاں آنے کی ایک اقرب ہی راہ  
اسی راہ سے اس کو لانا ادھر  
کہ ہو منزلوں کی اسے سب خبر  
یہ کہنا تو اس سے کہ سب چھوڑ کر  
ادھر آ طلسم خودی توڑ کر  
جسے چاہتے ہیں بلا تے ہیں ہم  
نظر گردہ اپنا بناتے ہیں ہم  
یہ لے اس کو دینا تو لوحِ یقین  
پتا دے گی منزل کا یہ سب کہیں  
مقامِ اول اس کا ہی بابِ حجاز  
یہ کہنا کھلے گا وہاں علمِ راز  
ہدایت کرے لوح جس بات کی  
وہاں تجھ کو انسب ہے کرنا وہی

جو وادیِ حیرت کی حد آئے گی

تو یہ لوحِ آئینہ بن جائے گی

نہ دیکھے گا کوئی تو اپنے سوا انا الحق کی ہر سمت ہو گی صدا

جلدوم وہاں سے جو گزے گا ہر دشت ہو  
 نظر آئے گا ایک ہی چار سو  
 جو کچھ حق پر دیکھے گا تو بس وہاں  
 ہوگا کوئی واسطہ درمیاں  
 وہاں سے ہو آگے ہی سرزمین  
 نہیں گئے یہاں تجھے پہلے ہیں  
 یہاں تیری نظروں میں اے ملقا  
 رہے گا نہ کوئی ہمارے سوا  
 بس اک عالم قدس ہوگا یہاں  
 تعدد نہ تمیز کا کچھ نشان

نہیں منسلبِ عشق میں انتظام  
 ہیں دکھلانے پر تھکوا سارے مقام

بنیظیر

## ۲۰۔ راز و نیاز

پلاساقیا بادۂ وصل یار  
 کہ ہو چو دھویں شب کی دونی بار  
 دیئے جا وہی مایہ اختصاص  
 ازل سے ہوں میں تیرا محبوبِ خاص  
 چھکا مجھ کو جامِ بشارت سے آج  
 بنا کامل اپنی عنایت سے آج  
 وہ بھگی ہوئی آبِ رحمت سے رات  
 کہ تر دامنوں کی ہو جس سے نجات  
 وہ شبنم کی خلی وہ ٹھنڈی ہوا  
 وہ اشجار و آبِ رواں کی خفا

نجوم و قمر کہ وہ عکس آب میں      وہ پانی میں جلتی ہوئی مشعلیں بدسوم  
وہ ہر سمت چھایا ہوا نورِ بدر      وہ شب لیلۃ القدر کو جس کی قدر  
بھری نور سے ڈالی ڈالی تمام      وہ اغیار سے بزمِ سنالی تمام  
نہ کوئی مصاحب نہ کوئی مشیر  
حضورِ میں حاضر فقط بنیظیر

مُحِبَّتِ دوئی کو مٹانے لگی      تکلف کا پردہ اٹھانے لگی  
بنا بسترِ عیشِ حُسنِ قبول      بچانے لگی شوئےِ نازِ پھول  
چکنے لگا چہرہ اُسید کا      نگاہوں میں رنگِ آگِ اید کا  
کلی آرزو کی چسکنے لگی      دفن پنکھڑی سی مکنے لگی  
تمنائیں ہمدِ نبینِ شوق کی      مُرادوں میں بُو آگئی ذوق کی  
ملی تازہ بُو گیسوئے یار کی      کٹیں بیڑیاں بسندِ افکار کی  
ہوسِ دل میں پلو بدلنے لگی      نکلنے کو حسرت چھلنے لگی  
سکوں دردِ دل سے ہوا ہمنار      تسلی ہوئی مونسِ جانِ زار

طرب آکے تشویش کھونے لگی  
بغلیکِ تسکین ہونے لگی

جلد دم ہوا شوق کا جھٹکا پر دسترس  
 بڑھا جوش میں آکے دست ہوں  
 یقیں نے اٹھائی گماں کی نقاب  
 نظر آئی ہر آرزو بے حجاب  
 شک و ریب روپوش ہونے لگے  
 مقاصد ہم آغوش ہونے لگے  
 بڑھا گرمی شوق سے ساز باز  
 عرق بن کے ٹپکا جیسے سے نیاز  
 طبیعت کی شوخی بڑھی دم بدم  
 رکاوٹ کی باتیں ہوئی کالعدم  
 ملا ساز تقدیر سے ساز وصل  
 بجا پردہ میں نغمہ راز وصل  
 فرخ بخش توفیق ہونے لگی  
 تصور کی تصدیق ہونے لگی  
 نہ باقی رہی دل میں کوئی ہوس  
 غنایت پکاری کہ اللہ بس

یہ سن کر بنا خود فراموش وہ

ہوا جوشِ مستی سے بیہوش وہ

بنیظیر

## ۲۱۔ عالمِ قدس

وہ اک شہرِ ہر روضۃ القدس نام  
 سراسر صفا جانِ خوبی تمام  
 مکاناتِ اہل صفا کے ضمیر  
 نکالی ہوئی خشتِ ماہِ منیر

عماراتِ حیرتِ فزائے ملوک      مقاماتِ اسرارِ اسل سلوک  
 مکانوں میں نقشِ ازل کی نشست      وہ رفعت کہ ہوا بچِ اندیشہ پست  
 وہ دیواریں آئینہ با آب و تاب      جو دل سے اٹھادیں ددنی کا حجاب  
 نہ پھر کیوں ہوں وہ رہت ایجا میں      کہ ہو اصل حق جن کی بنیاد میں  
 ملی آبِ رحمت سے عالم کی جاں      گلابہ بنا اس کا جب بے گماں  
 لگائے دلِ عارفانِ جائے خشت      ہوئی صرف تحریر میں سرِ نوشت  
 پڑا سُرخِ میں رنگِ مہرِ جمال      سفیدی میں کا فورِ صبحِ حلال  
 بلندی کو لازم تھی پستی جہاں      تولی عشق کی حسا کساری وہاں  
 جہاں تھی مناسب نمودِ فراز      وہاں صرف کی رفعت کبر و ناز  
 دیا عرض اگر بحسبِ اُمید کا      تو ہے طول بھی حسرتِ دید کا  
 نہ کس طرح مضبوط ہوں پھر جہات      ہی کرسی مکانوں کی پائے ثبات  
 ہر اک کنگرہ مہرِ اوج کمال      ہر اک آساں عرشِ جاہ و جلال  
 پناہِ غریباں درِ ارجمنہ      عصائے ضعیفاں ستونِ بلند  
 محافظِ ہر اک درِ کاپیکِ حیات      وہ ہر اک دروازہ باپِ نجات

ہر اک گوشہ میں راز کا بند و بست

ہر اک کمرہ خلعتِ سراپائے الست

لہو قضا و قدر نام معماری کا  
 توکل وہاں پشتہ دیوار کا  
 بھرا کوٹ کہ ہر طرف رنگِ عشق  
 وہ شفاف دیواریں از رنگِ عشق  
 جو خالی رہی جائے اہلِ نیاز  
 بھر اس میں خونِ شہیدانِ ناز  
 مکافوں میں ہر سو وہ نورِ امید  
 کہ بختِ سیہ بھی وہاں ہو سپید  
 چراغِ رضا سے جو روشن ہیں گھر  
 ہے تسلیم سے حُسنِ محرابِ در  
 ہر اک در کی محراب میں ہی وہ خم  
 کہ قوسین کھائیں اسی کی قسم  
 مکافوں میں مٹی وہی ہے تمام  
 وہاں چوب کی جاہیں تارِ نگاہ  
 کہ اس گھر میں کیا حالِ مشتاق کا  
 وہیں بام کوکتے اور جِ عشق  
 وہاں رکھتا ہے ہر مکانِ رفیع  
 ہر ایوان کی واہ کیا شان ہی  
 ہو اس رہ میں پھر کیا نشیبِ فراز  
 لکھوں کیا میں اس شہر کی آب و تاب  
 جہاں فرشِ رہ ہو جبِ بینِ نیاز  
 یہ گلیوں میں ہی روشنی کا دُور  
 کہ ہر سمت جاری ہی اک بحرِ نور

وہاں پھرنے والوں کو یہ عید ہے کہ ہر نقشِ پاچشمِ اُمید ہے جلد سوم  
مکانوں کے آگے وہ خوش و مضربانگ کہ عاشق کے سینے پہ جن طسجِ مرغ  
نیم حیات اس جگہ کی ہوا  
جو فردہ کو زندہ کرے برملا

مُعطر یہ گلیاں وہاں کی تمام کہ تازہ کریں قدسیوں کا شام  
جلال و جمال اس کے شمس و قمر ازل اور ابد اس کی شام و سحر  
وہاں موسموں کا ترالا ہی ڈھنگ بدلتے نہیں پر بدلتے ہیں رنگ  
جو گرمی ہے تو عشق بیدار کی جو سردی ہو تو اک دم سردی کی  
اسی جاتا فضل وہی امتدال وہاں عقل کی کچھ نرالی ہے چال  
عجب شہر حیرت کا بگھیچہ ہو کہ جوشے وہاں ہو وہ آئینہ ہو  
اگر کوئی جائے وہاں ہمہ سیر تو ہرگز نہ دیکھے وہ تصویرِ غیر  
نظر اس کی جس چہینہ پر جائے گی تو اپنی ہی صورت نظر آئے گی  
عجب شہر ہے حاصلِ دو جہاں کہ رہتے ہیں اربابِ محبت وہاں  
نہ دنیا سے مطلب نہ دیں سی غرض اگر ہے تو اپنے یقین سے غرض  
عجب شہر آباد و معمور ہے جو کونین میں منہ در مشور ہے

جلد سوم وہاں کچھ غصہ خیر و شر ہی نہیں      حدوث و قدم کا گزر ہی نہیں  
 فزوں عیش جاوید بے جد و کد      وہاں سب کو حاصل حیاتِ ابد  
 وہاں نقدِ رائج درود و سلام      غذا سب کی تسبیحِ ربِ انام  
 اسی شہرِ حاکم ذوالجلال      وحید و احد وارث و مِمثال  
 وہ خلاق و پروردگارِ جاں      وہ عاشق کی رُوح اور عالم کی جاں

رحیم کریم قوی قَدِید  
 لطیف خبیر سَمیع بَصیر

بینظیر

## ۲۲۔ بی بی آمنہ کا بسترِ مرگ

مرا پیارا محمد کہاں ہے لاؤ ذرا      جمالِ مجھ کو مرے لعل کا دکھاؤ ذرا  
 کنارِ شوق میں دل کے قریں بٹھاؤ ذرا      مے لبوں سے وہ ننھی سے لب ملاؤ ذرا  
 میں اپنے پیائے کو جی بھر کے پیار تو کر لوں  
 دم و داع ذرا ہمکنار تو کر لوں  
 مے تارے۔ مے چاند میری مہربیں      مزار میں بھی نہ بھولے گی مادرِ غمگین



تری ادائیں۔ ترا حُسنِ اصبح وِ نکلیں یہ تیرے عارضِ گلگوں۔ یہ تابناکِ حبیبِ ہر موسم  
یہ چشمِ مست وِ سیہ۔ یہ نگاہِ دُزدیدہ  
یہ حلقہ بندِ زلفِ دراز وِ پچیدہ

ترا یہ جھوٹ سی چڑنا۔ دعا سے گھبرانا یہ ہمنوں کو صداقت کا رمز سمجھانا  
دُمِ غضب یہ ترا شانِ حلم وِ کھلانا ہنسی کے وقت قطعِ مکر کے رہ جانا  
عجیب تیری ادائیں عجیبِ شانیں ہیں

عرب میں دردِ زباں تیری داتا نہیں

آہی! بچہ مرا عمر پائے گا کہ نہیں شبابِ حُسن کی قیمت بڑھائی گا کہ نہیں  
بتسم اس کا کوئی گل کھلاؤ گا کہ نہیں تحکم اس کا کوئی رنگ لائے گا کہ نہیں  
سکوت وِ غور مری راویں ہو معنی خیز

ثباتِ عزمِ لقیں نا ہو انقلابِ انجیز

اُبھر اُبھر کے یہ کتنی ہو اس کی پٹیاں چمک چمکے یہ کتنا ہے نورِ ایمانی  
گرو گلابِ سرِ شاہاں سے تاجِ سلطانی میٹیں گی دھر سے ظلماتِ کفر وِ طغیانی

جلالِ حسن وِ جمالِ صفات ہو اس میں

جولبِ پائیں سکتی وہ بات ہو اس میں

بلد سوم چلی ہوں چھوڑ کر گڈری میں گنجِ ہفتِ اقلیم چلی ہوں چھوڑ کے اکِ لعلِ ایکِ دُرِ یتیم  
نہیں کسی سے کچھ اُمید۔ ہی تو یتیم ہی یتیم کرم کرم بامے معبود۔ میسے ربِّ کریم

ترے کرم سے یہ بچہ جواں اگر ہو گا

یقین ہے قوتِ اجسامِ ناتواں ہو گا

سنی اگرچہ بغور اس نے شرحِ پنج و ملال مگر ہوا متزلزل نہ پائے استقلال

یہ چھ برس کس اور ضبطِ نفس میں سکھال بچا یوں نظر بد سے ایزدِ متعال

بسانے جاتی ہر ماں اس کی کنجِ تربت کو

تجھی کو سو نپ رہی ہی تری امانت کو

ز۔خ۔ش

## ۲۲۔ نزولِ وحی

قدم چالیسویں منزل میں اس یوسف نے جب رکھا

تو پنچپا کاروانِ وحی آوازِ جس سے ہو کر

عجب آہنگ تھا جس نے جگایا بھی سُلا یا بھی

کہ دل تو جاگ اٹھا آنکھوں میں غفلتِ نیند کی چھپائی

جلد سوم

ہوا سینہ میں اس سے موجزن ایک لچہ عرفاں  
 کہ تاب اس جزر و مد کی فطرتِ انساں نہیں لائی  
 بڑھا جوش اس کا بڑھ کر سارے افلاک تک پہنچا  
 اٹھی موج اس سے اٹھ کر عرش کی زینتِ کھڑکائی  
 تھرکہ عرش کا رُوح القدس نے کھول کر دیکھا  
 تو نکلا مدتوں کا ربطِ برسوں کی شناسائی  
 ہوئیں جاری زباں پر آیتیں وہ نور کی جس پر  
 فدا ہو لجن داؤدی و الفاسِ مسیحائی  
 طباطبائی

## ۲۴۔ اسلام کی روانی

چلا ارضِ لطیف سے اک بحرِ ذائقہ  
 کہ تھا جس کی موجوں کا اوّل نہ آخر

وہ توحید کی نے حجابِ تہا ہوا      سرورِ عبادت کی چمکاتا ہوا  
 وہ جنگل میں مٹھل مٹاتا ہوا      وہ شہروں میں شادی مٹاتا ہوا

پہاڑوں پہ نعرے لگاتا ہوا      سمندر پہ طوفاں اٹھاتا ہوا  
 خدا کے بیڑوں کو ڈھاتا ہوا      زمانہ میں اودھم مچاتا ہوا  
 محیطِ زمیں پر وہ چھٹاتا ہوا      خباثت کی وسعت گھٹاتا ہوا  
 صداقت کے جھنڈے اڑاتا ہوا      وہ ہل کو نیچا دکھاتا ہوا  
 بتوں سے وہ رشتے ترلاتا ہوا      خدا سے ہر اک کو ملاتا ہوا  
 اسی کی عبادت سکھاتا ہوا      حضور اس کے سب کو جھکاتا ہوا  
 جہالت کی رسمیں مٹاتا ہوا      معارف کے یواں اٹھاتا ہوا  
 اذاینِ زمیں پر دلاتا ہوا      شاطیوں کو دھکے لگاتا ہوا  
 معاصی کو آنکھیں دکھاتا ہوا      گناہوں کی گردن دباتا ہوا  
 وہ نیکیوں کو مٹا دے سنا ہوا      شریروں کو ہر سو ڈراتا ہوا  
 وہ گزرتوں کو بڑھکراٹھاتا ہوا      کہیں ڈوبتوں کو تراتا ہوا  
 کہیں لہلوں کو جلاتا ہوا      انھیں آبِ حیاں پلاتا ہوا  
 بلاؤں کو سر سے ٹلاتا ہوا      وہ رستوں سے کاٹے ٹھٹھاتا ہوا

وہ غیروں کو اپنا بناتا ہوا

لگن اک نئی سی لگاتا ہوا

۱۹۰۵ء

وہ ایوان کسے ہلاتا ہوا      علمِ رومیوں کے گراتا ہوا  
چراغِ ہدایت جلاتا ہوا      اور آتشکدوں کو بجھاتا ہوا  
دوئی سے ہراک کو بچاتا ہوا      سوئے ذاتِ واحد بلاتا ہوا  
سماوی ترانے سناتا ہوا      اسی لئے پہ سب کو لٹاتا ہوا  
وہ فتنوں کو ہر سودباتا ہوا      وہ بچھڑوں کو باہم ملاتا ہوا  
سرِ عدالت بچھٹاتا ہوا      حقوق اپنے سب کو دلاتا ہوا  
تمدن کی بیخیں جساتا ہوا      مہذب جہاں کو بناتا ہوا  
دلوں کو وہ ہمت دلاتا ہوا      وہ روحوں کی قوت بڑھاتا ہوا  
دروسِ حقائق پڑھاتا ہوا      خرافاتِ یونان بھٹاتا ہوا  
صدِ فمائے علمی ہساتا ہوا      گہرائی عرفان لٹاتا ہوا

چلا جائیگا یونہی چڑھتا ہوا

اسی طرح دنیا میں بڑھتا ہوا

کہ جو نورِ حق بہرِ امتام ہے      جو ہر فرد انسان کو پیغام ہے  
زمانہ کا جس پر کہ انجام ہے      اسی کا تو مظہر یہِ اسلام ہے

ندام چسپاں جزرِ آید درو

منظرِ احسن گیلانی

کہ حفظِ خدا گشتِ چوں مِداد

## ۲۵۔ رحمتہ للعالمین

میانِ حینانِ رشکِ قمر  
ہی اک نہ حسنِ ازل جلوہ گر

وہ محبوبِ نیرِ داں بشیرِ نذیر      فرستادہٗ خاصِ ربِّ قدیر  
عجبِ وی تا باں عجبِ آبِ میاب      کہ پر تو سے بجلی بنی موجِ آب  
وہ محبوبِ عالمِ شہِ اصفا      حبیبِ خدا وارثِ انبیا

نہیں ہوتے انسان ایسے وحیہ

مگر یک قلمِ نور کی ہے شبیہ

وہ فرقِ معلیٰ کی شانِ علا      جہاں تک نہ پہنچیں قیاسِ ذکا

ازل سے ملی اس کو یہ برتری      کہ حاصل ہی کونین کی سرفری

عروجِ سرِ بامِ اُمید ہی      وہ سرمایہٗ فخرِ جبا وید ہی

وہ گھونگر سے کچھ بالِ الجھے ہوئے

کچھ الجھے ہوئے کچھ وہب لچھے ہوئے

نہ کیوں اس جیس کی کریں بخمِ قدر      کہ ہی آسمانِ جلالت کی بدر

یہ لوحِ دو عالم کی تفسیر ہے جو پیش آنی ہر اس میں تحریر ہے  
تجلی گہ حُسنِ زیبا ہے حق بیاضِ جمالِ دل آئے حق

زیارت گہ خاصِ حُسنِ قدیم

امانت گہ نورِ ربِّ کریم

وہ تر چھی نظر کس بلا کی شریہ کہ بجلی گراتی ہے دھملا کے تیر

کبھی دیکھنا پشتِ پاکی طرف کبھی سینہٴ با صفا کی طرف

تغافل سے پہلو کبھی دیکھنا وہ لٹکا کے گیسو کبھی دیکھنا

کسی کو نہ بھر کر نظر دیکھنا

ادھر دیکھتے ہی ادھر دیکھنا

شبِ روز پھرتی ہے ساغرِ بیت کہ ہے ساقیِ جامِ عبدِ الست

وہ گوشہٴ میں مست و سرشار ہے مگر کام سے اپنے ہشیار ہے

کے صیدِ عشاق کے مرغِ ہوش پھری سو بوِ مست و عثوہ فروش

عجب رنگ میں ہے یہ ڈوبی پرتی

کہ باقی نہیں نام کو بھی دوتی

حیں اس قدر وہ مہ و لنواز کہ خود حُسن کو اس کو جلوہ پہ ناز

جلد سوم  
وہ رخِ مطلع صبحِ حق الیقین صبحِ وِشگفتہ یلح وِجس  
وہ مہرِ سعادت وہ بدرِ الدجی وہ شمعِ حقیقت وِشمس الضحیٰ  
فر وِزاں ہوا کہ نزدیکِ دُور  
برابر اسی کا ہی آنکھوں میں نور

بنیظیر

## ۲۶۔ عاشقِ رسول

دربنی پر پڑا ہوا ہوں پڑے ہی رہنے سے کام ہوگا  
کبھی تو قسمت پھرے گی میری کبھی تو میرا سلام ہوگا  
اسی توقع پہ جی رہا ہوں یہی تمنا چلا رہی ہے  
ننگہِ لطف و کرم نہ ہوگی تو مجھ کو جیسا حرام ہوگا  
کہے ہی جاؤں گا عرضِ مطلب ملے گا جب تک نہ مطلب ملے  
نہ شامِ مطلب کی صبح ہوگی نہ یہ فنا نہ تمام ہوگا  
یہاں نہ مقصد ملا تو کیا ہے وہاں ملے گا طفیلِ حضرت  
ہمارا مطلب ہو ادا دھرا ہے نہ صبح ہوگا تو شام ہوگا



جلد سوم

دیارِ رحمت پہ ہوگا قبضہ انہیں کا ہر سو بجے گا دُنکا  
جو حشر ہوگا تو دیکھ لینا انہیں کا سب انتظام ہوگا  
شیعہ محشر لقب ہی اس کا اسے شفاعت سے کام ہوگا  
ہے سب کا دار و مدار اس پر وہی مدار المہام ہوگا  
خلاف معشوق کچھ ہوا ہی نہ کوئی عاشق سے کام ہوگا  
خدا بھی ہوگا اُدھر ہی اے دل جدھر وہ عالی مقام ہوگا  
ہوئی جو کوثر پہ باریابی تو کیفِ میکش کی دھج یہ ہوگی  
بغل میں مینا نظر میں ساتی خوشی سے ہاتھوں میں ٹام ہوگا

کیف

۲۷۔ فریادِ بدرگاہِ سرِ درِ عالم

(بموقع جنگِ بلقان ۱۹۱۳ء)

سے دل بیتاب ذرا صبر آہ	خواب میں ہیں سرِ درِ عالم پناہ
پہلی بیاں سب سے ادب شرط ہی	پیروی رسمِ عرب شرط ہی
فرض ہی ہر گام پہ رکھنا بیاں	فرض ہی انسان کو جھکنا بیاں

بدھم گنجِ دو عالم کا دھیسنہ ہی یہ یعنی کہ سرکارِ مدینہ ہی یہ  
کر لے جو کرنی ہو تجھے التجا  
انگ جو ہو مانگنی تجھ کو دعا

عرض ہی لے خسرو والا چشم ہو گئے برباد ترے بعد ہم  
عالمِ اسلام پہ کیجے نگاہ آپ کی اُمت کی ہو حالتِ تباہ  
جس کی نہاں گردیں تھیں آسماں راہ میں لوٹا گیا وہ کاروں  
بیٹھی ہوئی جس کی تھی عالم پر ہکا ہوتی ہی وہ قوم تہِ خون و خاک  
کانپتے تھے جس کی فرنگِ فرانس آخری اس قوم میں باقی ہوئیں  
وہ بھی کوئی دم کی ہو اب یہماں کب تک لے شاہ یہ خواب گاہ  
اُٹھے کہ اب وقت ہی باقی قلیل ہم تو نہیں رہنے کے ہو کر ذلیل  
ہندیں اسلام نے کی خود کشی طاری ہو ایران پہ اک ہمیشی  
مٹنے لگا مصر سے مسلم کا نام ہوتی ہی ترکوں کی بھی ترکی تہم

سخت زبوں آپ کی اُمت ہی آج

اُٹھے کہ بس ہم پہ قیامت ہی آج

لے بسا پردہ یثرب بخواب خیر کہ شد مشرق و مغرب خراب

منظر اں را لب آمد نفس اے ز تو فریاد بفریاد رس  
خیر و شب منظر اں روز کن  
صبح نظامی طرب افروز کن

دیوانہ

## ۲۸۔ کچھ تو کیا چاہیے

ہیگی طلب شرطیاں کچھ تو کیا چاہیے  
ہاتھ رکھے ہاتھ پر بیٹھے ہو کیا بنجر  
چلنے کو سہ کارواں کچھ تو کیا چاہیے  
وقت گیا پھر کہاں کچھ تو کیا چاہیے  
نفع ہو پھر مایاں کچھ تو کیا چاہیے  
کچھ نہ کیا ہائے یاں کچھ تو کیا چاہیے  
چلتی ہی اب تک زباں کچھ تو کیا چاہیے  
عمر گئی لغو سب وقت بہت کم ہی اب  
کیا کروں دل خوں کروں شرعی موزوں

مید نہیں پر تم کا ملی اللہ سے  
نام خدا ہو جو اں کچھ تو کیا چاہیے

میر

## ۲۹۔ نقتہ کا سودا

کچھ دیر نہیں اندھیر نہیں انصاف اور عدل پرستی ہو  
اس ہاتھ کرو اس ہاتھ ملے یاں سودا دست بدستی ہو

جو اور کا اونچا بول کرے تو اس کا بول بھی بالا ہے  
اور دے چکے تو اس کو بھی کوئی اور پٹکنے والا ہے

بے ظلم و خطا جس ظالم نے مظلوم ذبح کر ڈالا ہے  
اس ظالم کے بھی لوہو کا پھر بہتا ندی نالا ہے

کچھ دیر نہیں اندھیر نہیں انصاف اور عدل پرستی ہو  
اس ہاتھ کرو اس ہاتھ ملے یاں سودا دست بدستی ہو

جو اور کسی کی جاں بخش تو حق اس کی بھی جان رکھے  
جو اور کسی کی آن رکھے تو اس کی بھی حق آن رکھے

جویاں کا رہنے والا ہے یہ دل میں اپنے جان رکھے  
یہ تر ت پھرت کا نقتہ ہے اس نقتے کو پہچان رکھے

کچھ دیر نہیں اندھیر نہیں انصاف اور عدل پرستی ہو  
اس ہاتھ کرو اس ہاتھ ملے یاں سودا دست بدستی ہو

جلد سوم

## ۳۰۔ عبرت

یہ جتنے لگرو ہیں مویا ہیں نہ ان پہ جاں اپنی تو فدا کر  
 نہ دل کو وابستہ چاہ سے کر، نہ طبعِ اُلفت سے آشنا کر  
 نہیں ہے عہدِ شباب باقی نہ عشق میں خود کو مہبت لگا کر  
 نہیں ہوسکتا وقتِ جوش باقی مت دُخمیدہ سے ٹک حیا کر  
 بتوں کا بندہ رہیگا کب تک خدا خدا کر خدا خدا کر  
 خلوص نیت سے ہوئے طاعت بہت یہ دشواری میری جان ہے  
 نماز و تسبیح و زہد و تقویٰ ریا سے جو ہوئے رائیگاں ہے  
 صدائے طلق بُریدہ سے بھی سنا تو مضمہوں یہی بیاں ہے  
 سجد و محراب تیغِ قاتلِ عبادتِ رند مشرباں ہے  
 جو ہو سکے تو قضائے عمری اس ایک سجدہ میں تو ادا کر  
 خیالِ عزت نہ دل میں رکھنا نہ دھیان میں لائی میرے غم کو  
 قضا جو آئی تو آنکھیں موندیں کفن میں راحتِ ایک دم کو  
 عجب کی جا ہے مقامِ حیرت بڑا تر و دہے اس میں ہسم کو  
 کساں کی نیند آگئی الٹی مافرانِ رہ عدم کو

بلد سوم

کچھ ایسا سوئے کہ پھر نہ چونکے تھکے ہم اُن کو جگا جگا کر

یہ جیتے جی کا ہر سب تکلف یہ زندگی کا ہے لطف سارا

قضا جو آئی تو آنکھیں موندیں نہ تم ہو میسر نہ میں تمہارا

گلوں کا باغ جہاں میں یار و چشمِ عبرت کرو نفا را

کہاں ہیں جم اور کہاں سکندر کہاں سلیمان کہاں ہودارا

یہ سب کے سب خاک کے تھے پتے بگاڑ ڈالے بنا بنا کر

ہوس

## ۳۱۔ شبنم

بہارِ باغِ تو یوں ہی رہی لیکن کدِ شبنم

ادھر گل پھاڑتی تھے عیبِ روتی تھی ادھر

ہوئی آتشِ سو گل پر بیٹھ کر رشاکِ شرِ شبنم

کسی عاشق کے رونے سے نہیں کھتی خبرِ شبنم

گئی اڑ دیکھتے اپنے بغیر ازاں و پرِ شبنم

نہ پلٹی پھر صبا ایدھر نہ پھر آئی نظرِ شبنم

جہن میں صبح یہ کنتی تھی ہو کر چشمِ ترِ شبنم

ہمیں تو باغِ تجھ بن خانہٴ ماتمِ نظیرِ آیا

کر دے کچھ سے کچھ تا میرِ صحبتِ صافِ طبعوں کی

بھلا انکس صبح ہوئے دو اسے بھی دیکھ لیوں گے

نہیں اسباب کچھ لازمِ بیکساروں کو اٹھنے کو

نہ پایا یو گیا اس باغ سے ہر گز سرِ رخِ اس کا

نہ بچھا درد ہم نے بھیدیاں کی شادی و غم کا  
سحر خنداں ہی کیوں وتی ہی کس کو یاد کر شبنم

> درد

## ۳۲۔ طلسم حقیقت

جو تو کہتا ہی اے غافل یہ میرا ہی یہ تیرا ہی  
یہ جس کا ہی اسی کا ہی نہ تیرا ہے نہ میرا ہی  
یہ چیزیں تو غرض کیا ہیں تو اپنا ہی نہیں مالک  
تجھی اویخبر ناداں یہ کس غفلت نے گھیرا ہی  
تماشا ہی مزا ہی، سیر ہی کیا کیا ابا ہا ہا  
مُصوّر نے عجب کچھ رنگ قدرت کا بکھیرا ہی  
ترقی میں تنزل ہی تنزل میں ترقی ہی  
اندھیری میں اُجالا ہی اُجالے میں اندھیرا ہی  
طلسماتِ حقیقی ہے یہ کچھ سمجھا نہیں جاتا  
یہی چاند اور یہی سُوج یہی شام اور یہی راز

نظیر اللہ اللہ اس جہاں میں دم عنیت ہی

کہاں ہم اور کہاں پھر تم کوئی دم کا سیرا ہی

بقا ہماری جو پوچھو تو جوں چراغ مزار ہو اسکے بچ کوئی دم رہی رہے نہ ہے

ملو جو ہم سے تو مل لو کہ ہم بنو گے گیارہ

مثالِ قطرہ شبنم رہے رہے نہ رہے  
نظیر

## ۳۳- حکمت

سودا اپنے دُنیا تو بہ سوکب تک      آوارہ ازیں کوچہ باں کوکت تک  
جہل ہی اس سے ہر کہ دنیا ہو دُ      بالفرض ہوا یوں بھی تو پھر توکت تک

کتنوں کا جہاں میں زر و مال ہے شکر      کتنوں کا ہی بادولت و اقبال ہے شکر  
یوں شکر تو سب کرتے ہیں لیکن      شاکر ہے وہی جس کو بہر حال ہے شکر

افسوس کریں میں نہیں یہ دستور      مفلس بہ کرم کر کے نہ ہو دیں مغرور  
جھکتا ہے اگر شاخِ ثمر دار کا ہاتھ      پھل دی کے وہیں آپ کو کھنچے ہو دور

سودا

## ۳۴- حقیقتِ عالم

کچھ نہیں بکریاں کی بیج پر مت بھول میر      دُور سے دریا نظر آتا ہے لیکن ہے سرباب

غفلت یہ غرور تجھے ورنہ ہے بھی کچھ      یاں دُسمان ہے جیسے کہ دیکھو ہے کوئی خوا



کچھ نہیں اور دیکھیں ہیں کیا کیا خواب کا ساہیاں کا بھی عالم جلد سوم

عالم کے لوگوں کا ہی تصویر کا سا عالم فطرت کھلیں ہیں آنکھیں لیکن ہیں بنجر سب

سرسری تم جہاں سے گزرے درنہ ہر جا بہانہ دیکر تھا

لے غافلانِ دہریہ کچھ راہ کی ہر بت چلنے کو قلعے ہیں یہاں تم رہتے ہو

ہستی پر ایک دم کی تمہیں جوش اس قدر اس بحرِ موجِ خیر میں تم تو جاباب ہو

بودِ آدم نمودِ شبنم ہی ایک دو دم میں پھر ہوا، یہ

بودِ نقش و نگار سا ہے کچھ صورت اک اعتبار سا ہے کچھ  
یہ جو ملت جسے کہیں ہیں عمر دیکھو تو انتظار سا ہے کچھ

جہاں سے توختِ اقامت کو بانہ یہ مندرل نہیں بخیر رام ہی

جلد سوم ہستی اپنی جاب کی سی ہے یہ نمائشِ شراب کی سی ہے  
دل کی بات کہی نہیں جاتی چُکے رہنا ٹھانا ہو  
حال اگر یو ایس ہی تو جی سے جانا جانا ہو  
فرصت کم ہویاں رہنے کی بات نہیں ہے کہنے کی  
آنکھیں کھول کے کان جو کھولو بزمِ جاں افسانا ہو

میر

## ۳۵۔ تماشاے عالم

مسافر ہے تو اسے بازارِ امکاں کے تماشا ئی  
کہاں تک اہلما نہ خود پسندی اور خود رانی  
ذرا چشمِ بصیرت کھول کر رکھتا ہے بینائی  
ترے کس کام آئیں گے خیالاتِ من و مائی  
اڑی خوشبوئے گل ہو رنگِ رستے نترن پھیکا  
بجھلت پھول جن ہونے کو ہو رنگِ چمن پھیکا  
خرمیش کب تک کبک دری کے قہقہے کب تک  
خیاباں میں رہیں گے ببلوں کے چہچہے کب تک

کہاں تک فصل گل سرور سی کے لہلہ کب تک جلد سوم  
 تو صرف دید گل کب تک ذراے چنگ لڑ کب تک  
 کرے گا کب تک مشقِ خرامِ نازِ مستانہ  
 رہے گا حن کا اپنے تو کب تک آپ دیوانہ  
 تجھے معلوم ہے کس واسطے تو باغ میں آیا  
 وہ کیا مطلب تھا جس کے واسطے سلطان نے بھجوا یا  
 نہ بھولے سے کوئی دم بھی ادھر کچھ دھیان فرمایا  
 کہ میں ہوں کون جاتا ہوں کدھر کس سمت آیا  
 مرا نخل بقا کب تک چمن میں الملائک  
 ہزار بہتی موہوم کب تک چھمائیگا  
 معین وقت تک تبھکو ملا ہے سیر کا فرماں  
 غرض یہ تھی کہ جب ہو جلوہ بخش گلشنِ امکاں  
 ترے آنے سے ہوں سب ہم صفرانِ چمن شاد  
 چلن سے تو عزیزِ دل ہو ان کا اور سرِ رجال  
 تو ہر اک حال میں ان کا شریکِ ہمنوائی ہو  
 دلوں میں ان کے جا ہو تیری سینوں میں سائی ہو

جلد دوم مضیبت جس کو پیش آئے تو اس کا آشنا تو ہو

کوئی ماتم زدہ پائے تو اس کا غم ربا تو ہو

کوئی ہو راہِ گم کردہ تو اس کا رہنما تو ہو

غرض ہر زخم کا مرہم ہو ہر دکھ کی دوا تو ہو

جہاں مشکل کی پڑ جائے گردِ ناخن تراکھوئے

تو ہر اک درد میں شامل ہو ہر آرزو میں بوئے

بالا کر انکھ مجھ سے کہہ تو اس میں سے کیا کیا کیا

رکھا کس زخمِ دل پر مرہم امداد کا پھسایا

نکا لادشتِ غربت میں کسی کے پاؤں کا کانٹا

کسی آفت زدہ کا بوجھ گم تو نے کیا ہلکا

بچا یا ہے کسی گم کردہ رہ کو رہنما ہو کر

کیا ہے پارِ بڑا بھی کسی کا ناخدا ہو کر

اگر غفلت ہے اب تک کچھ ہیں تو نے کیا غافل

تو اس خوابِ گراں سے چونک آئندہ نہ ہو کمال

بڑھے جاتے ہیں ساتھی ہمسفر نزدیک ہے منزل

یہ فرصت بھی غنیمت ہی اگر کرنا ہے کچھ حاصل

جلد سوم

اولوالعزمِ دُشمنِ جب کرنے پہ آتی ہیں

سمندر پھاڑتے ہیں کوہِ دریائے ہیں

تجھے اک شاہِ عالیشان کی پیشی میں جانا ہی

ہمیشہ کے لئے ماوا اسی کا آستانہ ہی

اسی سرکار سے ملتا سبھوں کو آب و دانہ ہے

اسی کی ذات کا محتاج ہر فردِ زمانہ ہے

عجب سرکار ہی، دُنگھاری ہر سو اس کی غلطی کا

ٹھکانہ ہی نہیں کچھ رفعتِ یوانِ دولت کا

وہاں تو پائے عزت ایسا کچھ سے ماںِ مہیتا کر

پیشیاں ہو گزشتہ غفلتوں سے اب نہ سویا کر

بھرے بازار میں آیا ہے تو پرِ نفع سودا کر

حضورِ شاہ میں تا مخرسہ ہو جائے تو جا کر

مکرمِ جنسِ ہیاں ہستیگیری نیم جانوں کی

خریدا کر ملیں جتنی دعائیں نا تو انوں کی

## ۳۶۔ کارواں سرے

سنوے عزیزانِ فی ہوش و نقل  
 کہ اس کارواں گم سے گزنا ہی نقل  
 پیمبرِ شہ ہے کہ درویش ہے  
 بھول کو یہی راہ درپیش ہے  
 کو گے گم آگے تھا کت کوئی  
 نہیں اس سیرِ ایچ رہتا کوئی  
 یہ بیٹھے جو ہیں سامنے ہیں کہاں  
 جہاں جملہ ہی ایک بنزمِ رواں  
 جسے دیکھو چلنے کا گرم تلاش  
 یہ منزل نہیں جائے بود اور ہش  
 گدا ہو کہ، ہو شاہِ عالی تبار  
 تہ خاکِ سب کا ہے دارالقرار  
 نہ نیک بُو خوش ہی ہوا ہو گئی  
 وہ رنگینی باغ کی ہو گئی  
 سٹے خاک میں جھڑ کے گلہائے تر  
 پریش ہوئی مرغِ گلشن کے پر  
 گئی خاکِ امنِ فشانے کے ساتھ  
 رہا آبِ سو بھی روانی کے ساتھ  
 نہ جدول رہی گی نہ سرورِ دل  
 گلستاں کو پاویں گے ہو کامر  
 سکوں یاں کا دیکھا سرِ امیر شبتا  
 چلے جاتے ہیں کوہ جیسے سجا

جہاں ایک ماتم سرا ہے عجب  
 نہیں جائے باش اور جا ہے عجب  
 میر

## ۳۷۔ بہارِ زندگی

یہ ہی دُور ہستی کی سچی مثال  
ادھر آج بادِ بہاری چلی  
تماشا ئے گل کا مزا آج ہی  
سحابِ کرم آج شوروں پہ ہی  
عجب لہلہاتا ہے سبز و کیس  
ستمِ غنچوں کا مُکدانا کیس  
کیس لطف ہے رواں آبِ جو  
کیس چاندنی ہے کیسِ ابرو  
کسی کا ہی پھولوں سے دامن بھرا  
غضب ہے کہ دودن ہی فصلِ بہار  
یہی ہستی چند روزہ بھی ہی  
اسی زندگی پہ سب مست ہیں  
کہ دودن میں ہی دفترِ عیش طی  
کہ دودن میں سب صے پست ہیں

اسی نقشِ موبہوم پر ناز ہی

جہاں اک طلسمِ خدا سازی

جلد سوم  
ہر شخص کی حرصِ دہن کشاں طمع سے نہیں کوئی خالی یہاں  
کوئی ملک گیری میں بیتاب ہو کوئی عیشِ عشرت میں بنجواب ہو  
کسی کو ہے نام آوری کا خیال کوئی جمع کرتا ہو کوشش سے مال  
کیس ہے تمنائے تحصیلِ علم کیس ہے خیالِ بزرگی و علم  
کوئی بے بہا نال میں مست ہو  
کوئی اپنی ہی کھال میں مست ہو

جوہر

## ۳۸- ہنس

آیا تھا کسی شہ سے اک ہنس بچپا  
اک پیڑ پہ صحرا کے کیا اس نے گزارا  
رہتے تھے بہت جانور اس پیڑ کے اوپر  
اس نے بھی کسی شاخ پر گھر اپنا سنوارا  
دیکھا جو اسے طاہروں نے حسنِ بیخوش نگ  
وہ ہنس لگا سب کی نگاہوں میں پیارا  
باز و گلر و بادشاہ و شاہیں ہوئے عاشق  
شکروں نے بھی شکر سے کیا اس کا مدارا  
کچھ لال چڑی پونے پدے ہی نہ غش تھے  
پدڑی بھی سمجھتی تھی اسے آنکھ کا تارا  
زناغ و زغن و طوطی و طاؤس و کبوتر  
سب کرتے تھے اس کی محبت کا اشارا



جتنی تھے غرض جانو اس پٹری کے اوپر ان سب نے محبت میں لیں اس ہنس سے بار بار جلد سوم

صحبت جو ہوئی ہنس میں اور جانوروں میں

اک چند ہوا خوب محبت کا گزرا را

اس ہنس کو جب ہو گئے دو چار مہینے اک روز وہ یاروں کی طرف کھینچا را

لو یارو ہم اب چلتی ہیں کل اپنے وطن کو یہ پٹری مبارک رہے اب تم کو تمہارا را

اس بات کے سننے ہی پر ہر اک کی اٹھنے پر سب بوسے یہ فرقت تو نہیں ہم کو گوارا را

ہم جتنے ہیں سب ساتھ تمہاری ہی چلیں گے یہ درد تو اب ہم سے نہ جائے گا تمہارا را

اتنے میں شب کوچ ہوئی صبح ہو دار پناہ ہوا پر جو ہیں اس ہنس نے مارا را

سب اٹھ اڑی اس کو جو تھے یار ہونو ہر ایک نے اڑنے کے لئے پنکھ پارا را

کوئی تین کوئی چار کوئی پانچ اڑا کوں کوئی اکھ کوئی نو کوئی دس کوں یہ ہارا را

دس کوں اڑی پر جو ہوئی ماند گی غالب پھر پر میں کسی کے نہ رہا قوت دیا را

چیلیں گے یہ کوئے گرے اور باز بھی تھک گئے اس پہلی ہی منزل میں کیا سب نے کنارا را

سب لے گئے جو ساتھ کے ساتھی تھے نظیر آہ

آخر کے تئیں ہنس اکیلا ہی سدھارا

نظیر

## ۳۹- اسرارِ مرگ

ردِ مرگ سے کیوں ڈرتے ہیں لوگ      بہت اس طرف کو تو جاتے ہیں لوگ

اک آن میں بدلتی ہی صورتِ جان کی      جلد اس نگار خانہ سے کرتے انتقال چل  
ساکب بہ طریق بدن ہی و بالِ جان      یہ بوجہ تیرے ساتھ جو ہی اس کو ڈال چل  
آوارہ میری بھونے کا باعث وہ زلف ہی      کافر ہوں اس میں ہوئی اگر ایک بال چل

دنیا ہے مہیبی حادثہ گا وہ مقرر ہی

یاں سے تو اپنا پاؤں شتابی نکال چل

آیا جو واقعہ میں درپیش عالمِ مرگ      یہ جاگن ہمارا دیکھا تو خواب نکلا

آسودگی جو چاہی تو مرنے پہ دل کو رکھ      آشفنگی طبع بہت کم ہے زیرِ خاک

تنہا تو اپنی گور میں رہنے پہ بعدِ مرگ

مت اضطراب کر یو کہ عالم ہی زیرِ خاک

## ۴۰۔ ترانہ حیات

مجھ کو نہ کہہ اس درودِ عالم سے ہستی ہی مثلِ خواب مری  
کام ہی نقشِ بر آب مرا اُمیدِ ظلمِ کرباب مری

نیند کی باقی رُوح ہی مردہ، مردہ ہے جو بیتاب نہیں  
چہرہ بود پہ رنگ نمود دہرِ غیبِ حجاب نہیں

ہستی حقیقی خلقتِ سچی، خبر نہیں انجام اس کا  
خاک کا پتلا خاک ہی آخرِ رُوح نہیں پر نام اس کا

رنج و محن مقصود نہیں اور عیش نہیں معراجِ ترا  
جد و جہد میں ایسے بسر کر کل سے ہو بہتر آجِ ترا

کام ہی بھاری وقت بیک پا جان ہی پا برکاب تیری  
عمرِ رواں کو بانگِ جرس آواز دلِ بیتاب تری

جلد سوم ماضی ہی مردہ اور مستقبل اب تک بطنِ عدم میں ہی  
حال ہی زندہ اس میں دکھا کچھ دم باقی گردم میں ہی

جنگ کا ہی میدان یہ دُنیا دیکھ مصافِ ہستی کو  
چھوڑ دے بحرِ پرستی کو اور ڈھونڈ نہ راہِ پرستی کو

کامِ مشاہیرِ دنیا کے اب بھی کر سکتے ہیں ہم  
یاں سے گزر جائیں تو چھوڑیں دہر یہ ایسے نقشِ قدم

نقشِ قدمِ ردِ گم کردہ کو دستِ خضر بن جائیں جو  
یاں کی شب میں بہرِ مسافرِ نجمِ سحر بن جائیں جو

اُٹھ کرے ہمدِ باندہ کمر اور صبر سے گرم کار ہو تو  
پھر ترے سر پر جو کچھ آئے سننے کو تیار ہو تو

حکیم

(ترجمہ انگریزی نظم)

## ۴۱۔ رجزِ مسلم

زندہ ہیں اگر زندہ دنیا کو ہلا دیں گے      مشرق کا سرا اٹھکر مغربے ملا دیں گے  
دھاری میں زمانہ کے بجلی کا خزانہ ہیں      بہتے ہوئے پانی میں پھر آگ لگا دیں گے  
ہم سینہ ہستی میں انگارہ ہیں انگارہ      شعلے بھڑک اٹھیں گے جھونکی جو ہوا دیں گے  
ہم کون ہیں ہم کیا ہیں ہم کچھ بھی نہیں لیکن      وقت آنے دو وقت آنے پھر تم کو بتا دیں گے  
فاران پہ گرجو تھے برستے ہیں جہاں بہر ہیں      گھڑ کر جو کمیں کر کے پھر بوش اُڑا دیں گے  
دُنیا کے سمندر میں ہم ہنر بھی ہیں مد بھی      دیکھو جو ہمیں دکا طوفان اٹھا دیں گے  
مُرجھائی ہوئی کھیتی اب ہم ہیں تو کیا ڈرو      چھینٹے ہمیں جہت کے پھر نشوونما دیں گے  
جرم نے پکڑ لی ہو کھلے سنے پھوٹیں گے      گر خاک میں بھی ہم کو اک بار ملا دیں گے  
ایران ہو یا ترکی دونوں کو مٹا دیں گے      کیا صفحہ ہستی سے اسلام مٹا دیں گے  
اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہو      اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے  
گوئیں گی پاؤں میں تلمیر کی آوازیں      یہ صور جہاں پھونکا مُردوں کو جلا دیں گے

ای جذبہ اسلامی جس دل میں نہ تو ہو گا

یہ نظم صفحہ پڑھکر ہم اس کو مٹا دیں گے      صفحہ

## ۴۲۔ شاہِ اسلام

سلاطین گو اس سے ماری نہیں      پھر ایسی کہیں خیر جاری نہیں  
حرم میں مدینہ میں بے خداویں      دُعا گو ہیں سب آپ کی یاد میں  
کہیں ہوں زمانہ میں اربابِ دین      وہ اس خوانِ نعمت کے ہیں ریزہ چیں  
مشائخِ فقیر اہلِ علم و ہنر      ہزاروں اسی در سے ہیں بہرِ دُور  
بزرگانِ دین سے اسے ساز و باز      ادب اس کی طینت میں دل میں نیا

نظر ہی بسط اس کی ہر راز میں

غرض فرد ہی اپنے انداز میں

آئی یہ سلطانِ عالی مقام      رہی پیر و مشائخِ خیرِ الانام  
عطا کر دے دارِ میر و وزیر      نہو دام اہلِ غرض میں اسیر  
ہر اک چشم بد سے بچا نا اسے      جگہ آنکھ میں دے زمانہ اسے  
میر اس کے دل سے ہی خواہ ہو      رفیق اس کے ساری حق آگاہ ہو  
آئی اسے حسنِ تمیئِ نازدے      جو محبوب ہو تجھ کو وہ چیز دے  
ہر اک غم میں اپنی ہو کامیاب      رہیں اس کے فتح و ظفر ہر کاب

مدام اس پہ انعام باری ہے      خلاق میں فیض اس کا جاری رہے  
 ملے مدق بو کر و شانِ عمر      ملے زہد الیاس و عسمر خضر  
 ملے حلم عثمان و زورِ علی  
 ملے گنج توحید و عشقِ نبی

بدیطیر

### ۴۳۔ سپانامہ اردو

بخصوص پر نور علی حضرت خسر و دکن بانی جامعہ عثمانیہ خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ  
 میں شانہ سے درگزی آئینہ سے باز آئی      ابل ہی نہیں جس میں ہو ذوقِ خود آرائی  
 ہر چند کہ صورت میں ہیں نور کی مورتیں      ناظر نہ وجب کوئی کس کام کی رعنائی  
 ایک چاند ہوں بدلی میں ایک لعل ہو گدڑی      اک حسن ہوں دیاتی۔ اک پھول ہوں صحرائی  
 مشاطہ اگر کرتی۔ آراستگی و تزیین      ہر اہلِ خرد ہو تا اس زلف کا سوائی

ہوں بزمِ حریراں میں جو آئینہ حیراں میں

با ایں ہمہ زیبائی۔ با ایں ہمہ رعنائی

اُس دھن میں کہ ہاتھ آئے دامن کسی کا      اس دھن میں کہ ہو جای شاید کیس شنوانی

جلد سوم ہر فن میں زباں ہو کر میں جتنی رہی برسوں  
کھل مہنہ کی بیعت میں۔ کی باد یہ پیمائی  
پراہل زباں میر اس طرح تھو منہ تھکے  
دی ہی نہیں خالق نے گویا انھیں گویائی  
گر ہونچ گیا مائل پودیں میں کوئی دل  
گھر والوں کی سختی نے کی حوصلہ فرمائی  
دلی کی یہ نمکینی۔ یہ لکھنوی شیرینی  
تھیں نف سخی چینی۔ کیا ذکر دل افزائی

آخر دم محسن تک قسمت مجھے لے آئی  
ہاں تجھ کو بشارت ہو لے دوق جہیں مائی  
جوں تیس قمر روشن ہو اسم شریف اس کا  
ہو نام خدا جس میں نورین کی کج بائی  
ہی آج بصد زینت ہر کان کا آویزہ  
عثمان علی خاں کا آواز دھیمکتائی  
عثمان کی جیہانے کی۔ آکر مری غمخواری  
دیکھی نہ گئی اس سے ذلت رُسوائی  
کی بن کے "غنی" آخر شاہانہ ادراظا ہر

اک جامعہ کی یعنی تائیس ہے فرمائی  
جاں از سر نو بخشی۔ میرے تنِ مردہ میں  
پھر زندہ کیا اس نے اعجازِ میحائی  
قاصد ہوں اک اُردو کی۔ اے شاہ نہیں جھکو  
دعوائے زباں دانی۔ مفتی سخن آرائی



جلد سوم

## ۴۴۔ قومی ترانہ

ہی منتخب جہاں میں ملکِ دکن ہمارا      ہم اس کی ہیں فدائی وہی وطن ہمارا  
شاہانِ ماسلف کی اک یادگار باقی      لے دیے رہ گیا ہی ملکِ دکن ہمارا  
اک وہ بھی تھا زمانہ جب تھا عروجِ ہم کو      تاتا رہا تھا ہمارا پسینِ وطن ہمارا  
وہ قرطبہ کی عظمتِ بغداد کی وہ کشت      کچھ یاد ہے فنا نہ اہلِ زمن ہمارا  
تہذیب اور تمدن یورپ نے ہم سے سیکھا      آفاق میں تھا بہتر سب سے چلن ہمارا  
فتح و ظفر کی مویں ہر سمت اٹھ رہی تھیں      تھا بحرِ علم و حکمت کیا موجزن ہمارا  
علم و ہنر کا چشمہ بلا ہی اب دکن سے      سیراب پھر کرے گا سو کھا چمن ہمارا  
اور نگِ زیبِ اکبر شاہِ جہاں کا ہنر      ہر ایک مصفٰی میں ہی شاہِ زمن ہمارا

آقا ہی وہ ہمارا ہم اس کے ہیں دُعا گو

یار رہی سلامت شاہِ دکن ہمارا

عالی

## ۴۵۔ تازہ واردات

دینِ خدا ہر حق کی تجلی کے واسطے دُنیا اُٹھی ہو اپنی تسلی کے واسطے  
عارف جو ہیں رہیں گے وہ اللہ ہی کو ساتھ  
اللہ ہی ہے ان کی تسلی کے واسطے

خطر اس میں ہر جن باتوں پہ جو ہے یہ رنگ ملک یہ حالات ہی ہے  
نہ مولانا نے لغزش کی نہ سازش کی ہر گاندھی نے

چلایا ایک رُخ دونوں کو ہے مغرب کی آندھی نے  
نئی روشنی کا ہوا تیسل کم حکومت نے اس سو کیا میل کم  
ادھر مولوی کس میرسی میں تھے نہ آفس میں تھو اور نہ کُرسی میں تھے  
یہ بھیری کہ آپس میں ملجائے سیاسی کمیٹی میں پل جائے  
اسی میل کا ان دنوں ہر خطور

خدا جانے ظلمت ہی یہ یا کہ نور

کڑی کا کچھ تو ٹھکانا بھائی گاندھی نے کیا شیخ جی بکاؤنٹ کس کل بھٹیا ہر دیکھے  
بڑھو میاں بھی حضرت گاندھی کو ساتھ یا اک مشت خاک ہیں مگر آندھی کے ساتھ ہیں

جلد سوم

سینہ میں دلِ آگاہ جو ہو کچھ غم نہ کرو ناشاد سی  
بیدار تو ہی مشغول تو ہی غصہ نہ سی فدا سی  
ہر چند بگولہ مضطرب ہی اک جوش تو اس کے اندر ہے  
اک وجد تو ہی اک قص تو ہے چین سی برباد سی

اکبر

## تضمینِ پند نامہ سعدی شیرازی

### ۴۶۔ در مناجات باری تعالیٰ

سدا دل سوائے مومنِ پاکباز      وضو کر کے پڑھ چنچ وقت نماز  
بوقتِ مناجات با صد نیاز      یہ کہہ اپنے ہاتھوں کو کر کے دراز  
کر یا بہ بخشائے بر حال ما  
کہ ہستم اسیر کمند ہوا

جہد سوم      الہی تو ستار و غفّار ہے      مرایاں گنت ہوں کا انبار ہے  
نہ حامی کوئی نہ مددگار ہے      اب اس بکسی میں تو ہی یار ہے

نذاریم غیر از تو فسار دین

توئی عاصیا نرا خطا بخش دین

ہوئے جرم تجھے صغیر و کبیر      پڑا ہی تو دام گنہ میں اسیر  
ذرا خواب غفلت سے چونک لے نظیر      دعا مانگ جلد اور کہ لے خیر

نگہ دار مارا زرا خط

خطا درگزار و صواب مناس

۴۴۔ در ثنائے پیغمبر خدای علیہ السلام

تراد دست ہر وہ جو خیر الہی      محمد بنی مالکِ دوسرا

کماں صدف ہو مجھے اُس کا ادا      ولیکن ہے میری یہی التجا

زباں تابود درد ہاں جلے گیر

ثنائے محمد بود دلپذیر

وہ شاہِ دو عالم امیرِ اہم      بنو واسطے جس کے لوح و قلم

سدا جس کے چو میں ملائکت قدم کروں اُس کا رتبہ میں کیوں کر رقم جلد ۶۰

حبیبِ خدا اشرفِ انبیا

کہ عرشِ مجیدش بود مُتکا

اگرچہ وہ پیدا ہوا خاک پر گیا خاک سے پھر وہ افلاک پر

مراجی فدائے اُس تنِ پاک پر تصدق ہوں میں اُس کو فراق پر

سوارِ جہانگیر کیراں بَراق

کہ بگڑشت از قصرِ نسلی رواق

## ۴۸۔ خطاب بہ نفس

سفیدی نے ڈالا سیاہی کو دھو گئی نہ لڑکپن کی تجھ میں سے بو

ذرا اب تو اویست ہشیا رہو یہ کیا قہرِ ہمے دلِ زشت خو

چل سالِ عمرِ عزیزت گزشت

مزاج تو از حالِ طفلی نگشت

کیا تو نے نامہ عمل کا سیاہ اٹھایا نہ دنیا سے کچھ زادِ راہ

تجھ اپنی غفلت پہ کچھ ہے نگاہ غرض اور میں کیا کہوں تجھے آہ

ہم باہواؤں جو جس ساختی

دے بامصالح نہ پرداختی

رباعمر بھر تو گنسہ میں اسیر کرب کچھ ربائی کی فکر ای شیر  
کھانِ اجل نت لگائے ہی تیر اگر کچھ سمجھ ہے تو پھر کر نظیر  
مکن تکیہ بر عمر نایا مدار

مباش ایمن از بازی روزگار

کرم کی میں کیا کیا کوں خوبیاں کرم کے ہیں تیرا اہل جہاں  
کرم ہے نکو نامی جاوداں جو کچھ فہم ہی تو یہ تحقیق جاں  
دلاہر کہ نہاد خوانِ کرم  
بشد نامدار جہانِ کرم

کرم میں وہ خوبی ہی لے مہرباں کہ ہوتا ہی جس کا ہر اک جابیاں  
زبان ہی قلم سے قدم سے میاں کیا کر کرم اور یقین اس کو جہاں  
کرم نامدار جہانت کند  
کرم کا مگارِ امانت کند

کرم کی بہت خوب ہی رسمِ دراد کرم کی ہر اک وقت ہی واداد

کرم سے ہی عیش و طرب غزو جاہ کرم سے ہی سب رتبہ و دست گاہ  
 کرم مایہ شادمانی بود  
 کرم حاصل زندگانی بود  
 کرم یاں جنھوں نے کیا ہی ملام ہوئے ہیں بزرگی سے وہ نیک نام  
 انھیں لوگ کرتے ہیں جھکے ملام کرم کا نہایت بڑا ہے مقام  
 درائے کرم در جہاں کا نہایت  
 ازیں گرم ترین بیچ بازار نیست  
 کرم سب کو دنیا میں آیا پسند ہوئے ہیں جہاں میں وہی سر مل بند  
 کرم کا ہے رتبہ بہت ارجمند کرم کر سدا گر ہے تو ہوشمند  
 دلِ عالمی از کرم تازہ دار  
 جہاں راز بخشش پر آوازہ دار  
 کرم میں جو رکھتے ہیں اپنا قوام تو اُن کا ہی رہتا ہی دنیا میں نام  
 نظیر اب تجھے ہی یہ لازم مدام گھڑی پر دن رات اور صبح و شام  
 ہمہ وقت شود در کرم مستقیم  
 کہ بہت آفرینندہ جاں کریم

## ۴۹۔ در وصف سخاوت

سخاوت کی دنیا میں ہے جس کو چاہ تو اُس پر نہایت ہی فضل الہ  
 ہو وہ خلایق میں باعز و جاہ یہی بیت ہے اُس سخن کی گواہ  
 سخاوت کند نیکبخت اختیار  
 کہ مرد از سخاوت شود بختیار  
 خدا نے اگر تجھ کو زر ہے دیا تو کھا تو بھی اور غیر کو بھی کھلا  
 جو چاہی کہ ہوئے ز اہل عطا تو مقدور تک اپنی اے دلربا  
 بلطف و سخاوت جہا نکیر باش  
 در اقلیم لطف و سخا میر باش  
 خدا کی عنایت ہے جس شخص پر سخاوت کا وہ سیکھتا ہے ہنر  
 بڑی قدر ہے اُس کی اے بہر دور سخاوت کری جو ہی صاحب نظر  
 سخاوت بود کار صاحب دلاں  
 سخاوت بود پیشہ مقبلاں  
 ہمیشہ سخاوت کرے مہرباں تو سب عیب تیری رہیں گے نپاں



سناٹے گا تجھ کو نہ کوئی یہاں      نہیں کہہ گیا سعدی خوش بیان  
سخاوت میں عیب الکیا ست  
سخاوت ہمہ درد ہارادوست

سخاوت جو کرتے ہیں ہاں اختیار      وہی ہیں جہاں میں بٹے ہو شمار  
نظیر اب ہو تو بھی سخاوت شعار      کہ راضی سخی سے ہی پروردگار  
مشتو تا توں از سخاوت بری  
کہ گوئے ہی از سخاوت بری

## ۵۰۔ در مذمتِ بخیل

بخیلی کا پیشہ ہے جس نے کیا      وہ ہوتا، یہاں گنج کا اژدہا  
نہیں اُس کو ملنے میں ہی فائدہ      کنارہ ہی سب صورتوں میں روا  
اگر چرخ گردد بکامِ بخیل  
وراقبال باشد غلامِ بخیل

سو اس کے یہ بھی کیا ہی رقم      کہ نام اُس کا لیتے نہیں صُمد  
بخس اُس کو کہتے ہیں اہلِ کرم      سمجھتے ہیں مریوزہ گرسے بھی کم

اگر د کفش گنج متاروں بود

وگر تا بعش ربع مسکوں بود

جو حشمت بڑی اُس کی پائی ہیاں ملی اُس کو گردِ دولت جاوداں

تو اُس میں بزرگوں کا یہ بیان اگر تجھ کو حاجت ہی تو بھی میاں

مکن التفاتے مالِ نجیل

مہر نام مال و منالِ نجیل

وہ ہی گوجاں میں بڑا مالدار ولیکن وہ نظروں میں ہی ہو قار

ذلیل اُس کو کہتے ہیں سب اور خوا کچھ اُس کی نہیں قدر ای ہوشیا

نجیل ارچہ باشد تو نگر مال

بخواری چو مفلس خور دگو شمال

اگرچہ عبادت ہی اُس کا چلن ریاضت میں کھنچ ہی رنج و محن

بڑے زہد کرتا ہی دل سے کھٹن ولے شاہد اُس کا یہی ہے سخن

بخیل اربود زاہد بحرِ بر

بہشتی بنا شد بحکمِ خبر

جو زہری تیری پاس لے مرہاں تو خرچ اُس کو کر راہِ حق میں

بجلی میں ہووے گا تیرا زیاں    نظیر اس سخن کو تو تحقیق جاں  
 سخیاں ز اموال برمی خوردند  
 بجلیاں غمِ سیم وند میخورند

## ۵۔ در صفت تواضع

تواضع کی خوبی ہو کیا کیا بیاں    یہ پستی بلندی کی ہے نزد بیاں  
 جو کرتا ہی رسم تواضع عیاں    اُسے دوست کھتے ہیں اہلِ جاں  
 ولا اگر تواضع کئی اختیار  
 شود خلقِ دنیا ترا دوستدار  
 جو چاہی ملیں تجھ کو اخلاص مند    تواضع کی کر ان سی باتیں دہند  
 کہ آویں تری کام سب کو پسند    بزرگوں کا ہی یہ کلام بلند  
 تواضع بود سایہ دوستی  
 کہ عالی بود پایہ دوستی

اگر تھے دل میں یہ مدعا    کہ عالم میں رتبہ ہو تیار بڑا  
 کیا کر تواضع ہی ہی بھلا    ہر اک اہلِ معنی نے یوں ہی کہا

تواضع کند مرد را سرفراز

تواضع بود سرور را راطراز

بدن تو نے پایا جوان کی تو ہرگز نہ کر کا حیوان کا  
تکبر تو ہے کام شیطان کا تواضع ہی باعث تری شان کا  
تواضع کند ہر کہ ہست آدمی

نزیب دزمردم بحسن مردمی

بڑی یوں تو دولت کی ہیں خبیلاں  
کیاں نام اور سرفردوس داں  
تواضع کلیدِ درجنت است

سرفرازی و جاہ رازینت است

تواضع اگر ہوگا تیرا شعار بڑھے گا ترا سب میں عز و وقار  
تواضع کو مت چھوڑے ہوشیار یہ معنی ہیں اس بیت کا آشکار  
تواضع بود حرمت افزائے تو  
کند در بہشت بریں جائے تو

اگر ہی جہاں میں تجھے دستگاہ تواضع پہ لازم ہی ہر دم نگاہ

تواضع سی بڑھتی ہے تو قیرو جاہ یقین کر تو ہے قول سعدی گودا جلد سوم  
 تواضع زیادت کند جاہ را  
 کہ از مہر پر تو بود ماہ را  
 اگر چاہیے تجھ کو یاں اعتبار بزرگی سے اور بڑا ہو دت  
 کر دی تجھ کو دل سے ہر اک شخص پیار تو اس کو یقین جان لے نگا  
 تواضع عزیت کند درجہاں  
 گرامی شوی پیش دلبا چو جاں  
 دل اپنے میں تخم تواضع کو بو عمل کو ترے کھیت تو سبر ہو  
 تواضع بغیر ایک دم کو نہو یہی یاد رکھ دل میں لے نیکو  
 کسے را کہ عادت تواضع بود  
 ز جاہ و جلالتش تمتع بود  
 ملے تجھے جو اس سے جھک کر تول کھلا غنچہ دل کو اور تو بھی کھل  
 تواضع کو رکھ آپ سے متصل بندی اسی میں ہے لے صاف دل  
 تواضع مدار از خلاق دروغ  
 کہ گردن از اں برکشی ہیچو تیغ

جلد سوم

ہلی جن کو ہے عقل میں امتیاز وہی جھکتی ہیں سب سے با صد نیاز  
 ٹمڑے ہی ڈالی کو جھکنی میں ناز اسی بات میں سب کھلتا ہی راز  
 تواضع کند ہوشمند گزین

مند شاخ پر میوہ سر بر زمین  
 تواضع جو کرتے ہیں اس جاہیر وہ ہیں نیک پیش صغیر و کبیر  
 وہ ہوتے ہیں سب کے پذیر جو دیکھا تو سچ ہی یہ بات انویظر  
 تواضع ز گردن فرازا نکوست  
 گداگر تواضع کند خجے اوست

نہیں پاس کھتا جو یاں سیم و زر اور اُس میں تواضع کا کچھ ہی اثر  
 اُسے لوگ کہتے ہیں نیکو سیر ولی قول سعدی ہو لے پر گہر  
 کسے را کہ گردن کشی در سرست  
 تواضع از ویانین خوشترست

## ۵۲۔ در مذمت تکبر

تکبر جو کرتا ہے یاں ہر گھڑی وہ کھینچے ہی آخر کو شرمندگی  
 تکبر سے ہے ربط بیداشی اگر ہی تو عاقل تو بھول سے بھی

بلد سوم

تکبر مکن زینہار اے پسر  
 کہ روزی ز روشش در آئی بسر  
 تکبر جو کرتا ہے یاں اختیار وہ رہتا ہی لوگوں کی نظروں خواہ  
 حذر اس سے رکھتے ہیں اہل وقار یہی یاد رکھ دل میں اے ہوشیار  
 کہے را کہ خصلت تکبر بود  
 سرش پر غرور از تصور بود  
 تکبر سے ہوتا ہے جو آشنا وہ بیگانہ عقل ہی دہما  
 تکبر سے کر خوف اے پارسا تکبر کی زشتی کہوں تا کجا  
 تکبر عز ازیل را خوار کرد  
 بزندان لعنت گرفتار کرد  
 بہت کھینچتا ہی جو اپنے تئیں وہ کرتا ہے آخر برفے نہیں  
 جو ناداں ہیں واقف وہ اس سے نہیں ولیکن یقین جان اے ہمیش  
 تکبر بود عادت جاہلاں  
 تکبر نیاید ز صاحب دلاں  
 جنہیں عقل اور ہوش کی خیال وہ رکھتے ہیں یاں عاجزی کی خصال

جلد سوم      نہیں چلتے ہرگز تکبر کی چال      یہاں اس سخن کی پی ہی مثال

تکبر بود سایہ مدبری

تکبر بود اصل بدگوہری

تکبر کی زشتی ہی سب پر عیاں      سنا تو نے کچھ تو اس کابیاں

سمجھ بوجھ مت کر تو اپنا زیاں      نظیر اب تعجب ہی یہ درمیاں

چو دانی تکبر چرے کئی

خطاے کئی و خطاے کئی

## ۵۳۔ در فضیلت علم

جسے دولتِ علم کہتے ہیں یاں      وہی دولتِ بے خطر ہی میاں

نہ کہ خیل بڑھل سے لے مر باں      کہہ ہی علم ہی دولتِ جاوداں

بنی آدم از علم یابد کساں

نہ از خیمت مجاہد و مال و نال

فضائل کی تجھ کو اگر ہے ہوس      پڑھا کر تو اور علم سے کرنے بس

وگر معرفت چاہے لے نکتہ بس      تو ہر حال میں ہر گھڑی ہر نفس



چو شمع از پے علم باید گدخت  
 کہ بے علم نتوان خدا را شناخت  
 تجھے علم تحصیل کرنا ہے یاں      تلاش اُس کی ہو فرض تجھ پر میاں  
 اسی کی تو خواہش میں وہ ہر زما      یقین جان داس کو لے مہرباں  
 طلب کردنِ علم شد بر تو فرض  
 و گروہ بست از پیش قطعِ ارض  
 عجب دولتِ علم کا ہے اثر      کہے پرخ اُس کو جو شام و سحر  
 بڑھو دہمدم اور رہے بے خطر      جو بے علم ہے کیا وہ سمجھے مگر  
 بخرد مند باشد طلبگارِ علم  
 کہ گرم ہست پیوستہ بازارِ علم  
 اسی فن کو کہتے ہیں کسبِ کمال      اسی کی کتابوں میں ہو قیل و قال  
 اسی ہی دلائل اسی سے مثال      تو لازم ہوں لے ہمایوں خصال  
 برو دامنِ علم گیر استوار  
 کہ علمت رساند بدارِ فقر  
 اسی سے معارف کی تحریر ہے      اسی سے حقایق کی تقریر ہے

جلد سوم اسی سے معافی کی تفسیر ہو یہی نیکبختی کی جاگیر ہے

کسے را کہ شد در ازل بختیار

طلب کردن علم کرد اختیار

فقیر ہی جو کرتا ہے تو علم پڑھ امیری جو کرتا ہے تو علم پڑھ

وزیری جو کرتا ہے تو علم پڑھ دبیری جو کرتا ہے تو علم پڑھ

ترا علم در دین و دنیا تمام

کہ کار تو از علم گیر و نظام

یہی علم بس سب کی توقیر ہے بزرگی کی چہرہ پہ تنویر ہے

جو بے علم ہو اُس کی تحقیر ہے فطراب یہی نیک تدبیر ہے

میا موز جز علم گر عافلی

کہ بے علم بودن بود عافلی

۵۴۔ در امتناع از صحبت جاہلاں

نہیں علم ہی یاں جنھوں نے پڑھا انھیں لوگ کہتے ہیں جاہل سدا

نہیں میٹھ تو پاس اُن کے ذرا غرض اُن کو نزدیک ہرگز نہ جا

جلد سوم

دلاگر خرد مند ہی ہوشیا

مکن صحبت جاہلماں خستیا

جو ہی جاہل اُس کے نہ جاتصل نہ اُس کو سخن سے تو جوں غنچہ کھل

سدا دُور ہو اُس سے ہرگز نہ مل جو چاہی بزرگی تو ای صاف دل

ز جاہل گر نرندہ چوں تیر باش

نیا میختہ چوں شکر شیر باش

نہ کر بٹ جاہل سے ہرگز بجاں تر اُس کو ملنے سے ہو گا زیاں

حذر دل میں کر اُس سے تو ہر زماں کما ہی بزرگوں نے یوں ای میاں

ز جاہل حذر کردن اولی بود

کز ونگ دنیا و عقبے بود

جو کرتا ہی جاہل وہ بہت نہیں جو کتا ہی جاہل وہ ہی بدترین

سمجھ نیک اُس کو نہ ای خوش قیں کہ جاہل ہی بد عاقبت اور لعیں

ز جاہل نیا بد جزا فصاں بد

وز و نشود کس جزا قوال بد

نہ کر جاہلوں کی محبت پسند نہ ڈال اپنی گردن میں ہرگز کند

جلد سوم نہ ہے اس کی اُلفت میں دل کو گزند یہ قولِ بزرگاں ہے اے ہوشمند

ترا اثر دہاگر بود یا عرف

ازاں بہ کہ جاہل بود عَمَل

بہالت میں رہتا ہی جو مُبتلا نہیں اُس کو عقیقے سے حاصل ذرا

ہی ادراک جن کا نہایت رس انھیں نے ہی تصدیقِ دل سے کیا

سراخجام جاہل جہنم بود

کہ جاہل نکو عاقبت کم بود

تجھے حاقلوں سے جو صحبت ہے یاں غنیمت سمجھ اُن سے منامیاں

عداوت سے ان کی نہیں کچھ زیاں یہ قولِ بزرگاں ہے اے ہرماں

اگر خضم جان تو عاقل بود

یہ ازد و ستارے کہ جاہل بود

جنھوں نے بہالت کا شیوہ کیا ہر اک اُن سے رہتا ہی دل میں خفا

کسی نے نہیں اُن کو رتبہ دیا سبھی نے یہی اُن کا حق میں کہا

سیر جاہلاں بر سرِ دار بہ

کہ جاہل بخواری گرفتار بہ

جہالت کا جس شخص میں ہنجیر      ود رہتا ہی خفت میں ہر دم سہر  
ذیل اس کو کہتے ہیں برنا و پیر      جو دیکھا تو سچ بات ہی لے نظر  
چو جاہل کسی درجہاں خواہست  
کہ ناداں تراز جاہلی کا نہست

## ۵۵۔ در صفت عدل

ہو ہی جو عالم میں تو بادشاہ      دیا ہی تجھے ملک و تاج و لوا  
سبب عدل ہی اس غیاث کا      سمجھ یہ سخن اے شہ مہفت  
چو ایند ترا این ہمہ کام داد  
چرا بر نیاری سر انجام داد  
کر گیا جو تو عدل کا کاروبار      بڑھے گا ترا جاہ اور اقتدار  
عدالت سے ہی رتبہ شہربار      تو رکھ یاد اے خسرو کا مگار  
چو عدل است پیرایہ خسروی  
چرا عدل را دل نداری قوی  
جو کرتے ہیں یاں عدل کا انتظام      ود رہتے ہیں عالم میں نت نیک نام

صفت ان کی ہوتی ہی ہر صبح و شام سمجھ اس کو اے شاہِ عالی مقام

چونو شیرواں عدل کرداختیار

کنون نام نیک ہست از یادگار

رہے گی تری عدل پر جو نگاہ تو دولت رہی گی تری دیر گاہ

اگر ہی تجھے مال و شہمت کی چاہ تو اس کو یقین جان ای بادشاہ

ترا مملکت پاداری کند

اگر معدلت دستگیری کند

جو عادل رہیگا تو شام و سحر کہیں گے تجھے خسر و دادگر

رہیگی تری مملکت خوب تر یہ خوبی چاہے تو اے بہرہ ور

جہاں را باضاف آباد دار

دل اہل انصاف را شاد دار

کر ہیگا جو تو معدلت روز و شب تو ہو گا تر اسب میں عادل لقب

تری نیکنامی کا ہے یہ سبب سمجھ اُس کو ای شاہِ عالی نسب

ترا زین بہ آخر چہ حاصل بود

کہ نامت شہنشاہ عادل بود

بڑھائی یہاں عدل عز و وقار وہاں بھی ملے رتبہ و اعتبار جلد سوم  
عدالت سے جوتے ہیں رب کا مگلا اسے گوش دل سے سن ای شہریار  
جہاں راہ از عدل منہایت  
کہ بالا تر از عدالت کا نسبت

ہوئی جس کو یاں عدالت پذیر بڑا صاحبِ بخت ہے وہ امیر  
بہت خوش ہیں اس کی صغیر کبیر جو کی غور دل میں تو سچ ہے نظر  
ز تا شیر عدل ست آرام ملک  
کہ از عدل صحت شود کام ملک

## ۵۶۔ در مذمتِ ظلم

سعادت ہوتے ہیں جو بہر دور تعدی وہ کرتے نہیں اور پر  
سعادت کا ہی کب ستم میں اثر میاں اس سخن کو بدل غور کر  
اگر خواہی از نیک بختی نشان  
در ظلم بندی براہل جہاں  
حر اک دل کو ہی خوف اس سے بڑا کسی پر نہ رکھ ظلم کو نورِ ا

جلد سوم ستم کا ہے پیشہ نہایت بُرا جو چاہے زمانہ میں اپنا بھلا

مدہ رخصتِ ظلم درِ ہیچ حال

کہ خورشیدِ ملکِ نیا بد زوال

گلِ حکم کی گرتو دیکھے بہار تو کر ظلم کا دورِ خاطر سے خار

نہ بیداد سے رکھ کسی دل پہ یار سمجھ لے یہی بات لے کامگا

خرابی زربیداد بند جہاں

چوستانِ خرم ز بادِ خزاں

تری گھر جو ہی سلطنت کا نشان تو کر ظلم کو شہر سے بے نشان

اسی میں ہی بس احتِ جاوداں یہی تجھ کو لازم ہے لے مہرباں

رعایتِ درِ یغ از رعیتِ مدار

مُرادِ دلِ دادخواہاں برآر

جو کرتا ہے یاں ظلم کو اختیار وہ ہوتا ہی دنیا و عقیٰ میں خوا

بُرا اس کو کہتے ہیں لیل و نسلر سمجھ رکھ یہی بات لے تاجدار

ستمِ برضیعانِ مسکین مکن

کہ ظالم بد و زخِ رو دے بے سخن



ستم کی نیچل ایک دم بھی تو راہ      شانادلوں کو بڑا ہے گناہ  
نکڑ ظلم سے خلق کو تو تباہ      رکھا اے باہنراں سخن پر نگاہ

ستم کش گرا ہے بر آرد ز دل

زند سوزا و شعلہ در آب و گل

سکھاوی تجھے ظلم کا جو شمار      ترا دشمنِ جاں ہے وہ نابکار  
اٹھا آد کا مت دلوں سے شرار      اگر خیر چاہے تو اے کامگار

بآزارِ مظلوم مائلِ مباحث

زد و دِ دلِ خلقِ غافلِ مباحث

ستم کی روش جس میں دنیا میں لی      ہوئی اُس کو حاصل نہ کچھ بہتری  
ملی عاقبت میں بھی شرمندگی      جو کچھ ہوش ہی تجھ میں تو ای قوی

مکن بر ضعیفانِ بیچارہ زور

بیندیشِ آخر ز تنگی گور

جو کرتا نہیں ظلم سے اجتناب      وہ ہوتا ہی آخر اسیرِ عقاب  
بسمجھتا نہیں ہی وہ خانہ خراب      شانادلوں کا بڑا ہے عذاب

مکن مردم آزاری اے تندرے

کہ ناگہ رسدیر تو قہرِ خدائے

جلد سوم

ستم کی جو رکھتا ہے یارو بنا تو رہتو ہیں سب لوگ اُس سے خفا  
نظر اس سخن کو کے تاکجا یہ نکتہ ہے اہلِ خرد کا جب  
کے کا تشِ ظلم زد درجہاں  
بر آورد از عالم جاں فغاں

## ۵۷۔ در صفت قناعت

خدا کا بڑا جس پہ احسان ہے قناعت کے گھر کا وہ مہمان ہے  
بڑی آبرو اُس کی اور شان ہے خوشی خرمی اُس کو ہر آن ہے  
دلا گر قناعت بدست آوری  
در اقلیم راحت کئی سہری  
قناعت کی دولت ہی جس پاس یہ وہ رہتا ہی آرام سے ہر زاہ  
نہیں خطرہ آتا کوئی دیریاں تو دنیا کی دولت سے لے مہرباں  
غنی گر نباشی مکن اضطراب  
کہ سلطان سخا ہد خراج از خراب  
قناعت ہو تا ہی جو بہر دور نہیں دیکھتا ہے کسی کا وہ در

بصد عیش رہتا ہی وہ اپنے گھر سے غور کر دل میں لے پڑنہر جلد سوم

قناعت تو نگر کند مرد را

خبر دہ حریصِ حباں گرد را

فقیری کے رتبہ پہ کی جب نگاہ تو اُس کا ہی کچھ اور ہی عز و جاہ  
اگرچہ ہی سختی سے ہوتا تباد دے جان لے اُس کو لطفِ الہ

نذار د خردمند از فقر عسار

کہ باشد بنی راز فقر افتخار

قناعت کی دولت ہی مایاں اس قدر نہ پہنچے جسے دولتِ سیم و زر

ہر اک وقت ہستی ہی حق پر نظر ہو دیکھا تو دتیا میں شام و سحر

غنی راز رو سیم آرایشِ است

ولیکن فقیر اندر آسایشِ است

قناعت ہے سرمایۂ افتخار قناعت میں ہی خوبی و اعتبار

تجھے جس طرح رکھے پروردگار اُسی میں تو راضی رہ لے دوستدار

قناعت بہر حال اولیٰ تر است

قناعت کند ہر کہ نیک اختر است

جلد ہفتم قناعت ہے جو آشنا وہی کام کرتا ہی یا عقل کا  
اسے وہی عشرت کا عشرت فرا جھٹے فلک سے تو لے با صفا  
اگر نگہ ستی ز سخی منال

کہ پیش خرد منید ہیج ست مال  
کسے دل جو مہر قناعت نیر وہی مورد نور لطف قدیر  
اسے لوگ کہتے ہیں روشن ضمیر تجھے بھی ہی لازم ہیاں ای نظیر  
ز نور قناعت برا فروز جاں  
اگر داری ازینکنجی نشان

## ۵۸۔ در مذمتِ حرص

تجھے ہی نے حرص کا جوشا اسی سے نہیں ہوش تیرا بجا  
میاں یہ تقاضا نہیں عقل کا سوا اس سخن کے کہوں تجھ سے کیا  
ایا مبتلا گشتہ در دام حرص  
شدہ مست لای عقل از جامِ حرص  
جو لالچ سے ہی جمع تو نے کیا فراہم کرے گا گراں کے سوا

نہیں اس سے مطلق مجھے فائدہ      یہ ہمراہ تیرے نہیں جائیگا  
 گر فتم کہ اموال قاروں ترست  
 ہمہ دولت رنج مسکوں ترست

یہ اسباب ہی جو ترے روبرو      سمجھو نہ اپنا اسے تو کبھو  
 نہ کہ اس کی تحصیل میں جستجو      نہیں حال قاروں سے آگاہ تو؟  
 بخاری شد آخر گرفتار خاک

چو بیچار گاہ بادلِ دردناک  
 بولینا ہی کچھ زندگی کا مزا      تو خوش ہو اسی میں جو کچھ مل گیا  
 میاں حرص کی راہ ہرگز نہ جا      سمجھ اس سخن کو تو دل میں ذرا  
 ہر آنکس کہ در بندِ حرص اوفتاد

دہ خسر من زندگی بباد  
 نہ رکھ حرص کا دوش پر اپنے بار      نہیں زر کے رہنے کا کچھ اعتبار  
 یہ کرتا نہیں ایک جا پر قرار      تو اس آتشِ غم میں بیل و نہار  
 چرامیگزاری ز سودائے زر

چرامیکشی بارِ محنت چو خنر

جلد سوم  
نہیں حرص کی کچھ پہلی رسم و راد تو اپنے تئیں اس میں مست کرتا  
دکھا دی گئی ذلت تجھے حبِ جاہ تو تیار ہو کر میاں خواہ خواہ

چرا مکنی محنت از بہر مال

کہ خواہ شدن ناگہاں پائمال

اگرچہ رواں زر سے ہیں کاروبار پراتنی بھی مت حرص کر اختیار

ذرا صبر کر اور نہ ہو بے قرار کہاں تک کہوں تجھ سے میری آ

چنا عاشقِ روئے زر گشتہ

کہ شوریدہ احوال و سر گشتہ

نہ ہو حرص کا اس قدر آشنا تجھے حرص کرنے میں خوبی ہی کیا

نہیں اس میں حاصلِ ندامت سوا کہوں کیا تجھے تو ہے ز پر فدا

چنا داد دہ دل بہ نقشِ درم

کہ ہستی زد و خوش ندیمِ ندیم

تجھے حرص کرنے سے کچھ بھی ہو ڈر؟ نہیں نفع اس میں تجھے جُز ضرر

یہی دھیان ہو تجھ کو شام و سحر درندوں سے ہی نقشِ تیرا تر

چنا گشتہ صید بہر شکار

کہ یاد تِ نیابد ز روز شمار

اگر زندگی کا تو ہے قدرِ دال      تو زر کی ہوس میں نہ کر راہِ گال  
بھلے اور بُری میں تفاوتِ یہاں      اگر جانتا ہی تو اسے مہرباں

مکن عمر ضائع یہ تحصیلِ مال

کہ ہم نرخ گوہرِ نباشد سفاں

جسے دولتِ دیں یہاں پذیر      اُسی کو ہواں شادمانی کثیر

نہوں کر دنیا میں ہرگز اسیر      کہا ہی بزرگوں فیوں لے نظیر

مبادا دلِ آں فرومایہ شاد

کہ از ہر دُنیا دہد دیں بباد

## ۵۹۔ در صفتِ وفا

مُحبت میں ہیں وہ جواہلِ وفا      تو اُن کا ہی اُلفت میں رتبہ بڑا

بہت معتمد ہیں وفا آشنا      اگر تجھ کو بھی چاہیے مرتبا

دلاور و وفا باش ثابت قدم

کہ بے سکہ رائج نباشد دم

جو ثابت قدم دوستی میں بجے      دل اپنے وفا میں انھوں نے دیے

محبت کی تو بھی اگر مے پیے تو کیچ نہ ترک وفا کس لیے؟

بود بے وفائی سرشتِ زناں

میا موز کردارِ زشتِ زناں

جو چاہی کہ سب خلق ہو دوستدار تو کردل سے مہر و وفا اختیار

اگر دوستی کے چمن کی ہمار تجھے دیکھنی ہی تو لے گلِ عذار

مکن بیوفائی چو دُورِ سپہر

متاب از رخِ دوستانِ مے مہر

جو ملتا رہی گا تو یاروں سے یاں تو پھر خوش رہیگا دلِ دوستاں

وگراں سے ہو گا جدا اک زماں تو پھر قولِ استادِ ہی کا عیاں

جدائی ز احبابِ کردنِ خطا مست

بُردنِ زیاراںِ خلافِ وفا مست

نہیں جن کے دل میں وفا کا نشا وہ شرمندہ یاروں رہتے ہیں پ

سُک ہیں وہ نزدیکِ پیرو جواں جو چاہے بزرگی تو لے مہرباں

مگر داں ز کوئی وفاروئے دل

کہ در رنئے جاناں نباشی خجل



تھے دوست جتنے ہیں اور غلغلہ  
تو آزرده اُن کو نہ کر زینہار  
تسلیم  
تسلیم نہیں ہوتے اُلفت شعاً جو کی ہر محبت تو لے دوستدار  
منہ پائے بیرون ز کوئے وفا

کہ از دوستاں می نیر ز دجھا  
اگر دام اُلفت میں تو ہی اسیر و گرد دوستی ہی تجھے دلپذیر  
تو کردل میں حسنِ وفا جلے گیر اسی بات کو یاد رکھ لے نظیر  
ز راہ وفا گر نہ سچی عیاں  
شوی دوست اندر دل و ثنا

## ۶۰۔ در صفت طاعت

جو رہتی ہیں طاعت میں شام و سحر اُنھیں کہہ ہی عز و شرف بیشتر  
کہا تو ہیں عالم میں روشن گھر بہت سچ ہی جو کہ گیا نکتہ در  
کے را کہ اقبال باشد غلام  
بو دیل خاطر بہ طاعت یلم  
جو مشغول طاعت ہیں لیل و نہار بڑی اُن کی عزت ہی اور اصبا

جلد سوم بزرگی میں نام ان کا ہے یادگار یقین ہی یہی بات لے باوقفاً

اگر بندی از بہر طاعت میاں

کشاید در دولت جہاں

جو رکھتی ہیں طاعت کا چہرہ پہ نور نخل مہر ہوتا ہی ان کے حضور

جو چاہی کہ ہو تیرگی دل سے دور تو اس کو سمجھ رکھ تو لے پر شعور

ز طاعت بود روشنائی جاں

کہ روشن زورشید باشد جہاں

جو رکھتی ہیں طاعت سے آرام جاں وہی لوگ عقبی میں ہوں شاداں

ملے گا انھیں کو جہاں میں مرگا تجھ ہے اگر ترس زورخ میاں

باب عبادت وضو تازہ دار

کہ فردا ز آتش شوی رستگا

جنھیں ہی شب روز طاعت سے کام میطیع ان کا رہتا ہے عالم مدام

بھلا ان کو کتنی ہیں سب خاص عالم یہ خوبی عیاں ہی تو پھر صبح و شام

نشاید سراز بندگی تا فتن

کہ دولت لطلعت تو اں یافتن

جو طاعت سے دل کو لگاتے ہیں یاں سیدان کو کہتے ہیں اہل جہاں  
انہیں میں تو روشن دلی کی ہر نساں جو دیکھا تو عالم ہر اے مہرباں  
سعادت ز طاعت میں سر شود

دل از نور طاعت منور شود  
جو کرتے ہیں طاعت کو یاں اختیاً شب و روز کہتے ہیں طاعت سے کار  
وہی ہیں ہنرمند اور بختیار اسی پر نظر کر لے اے ہوشیار  
ز طاعت نہ بچد ہنرمند سر  
کہ بالائے طاعت نباشد ہنر

ہوئے ہیں جو طاعت سے روشن ضمیر انہیں خلق کتنی ہے پیر اور فقیر  
جو چاہی کہ دل ہو تجسلی پذیر تو لازم ہی تجھ کو بھی پھر اے نظیر  
پرستندہ آفرینندہ باش  
دریاوان طاعت نشینندہ باش

## ۶۱۔ در صفت عبادت

جنہیں حق پرستی ہر یاں بیشتر بڑے وہ تو نگر ہیں اور بختور

صفت ان کی ہوتی ہو شام و سحر دلا تو بھی اس کو یقین جان کر

اگر حق پرستی کنی اختیار

شود دولت ہمدم و بختیار

جو رکھتے ہیں یاں دولتِ اتقا دل ان کا ہو پاکیزگی سے بھرا

مے ہی سادات انھیں بر ملا بھلا چاہے اپنا تولے با صفا

ز تقویٰ چراغِ رواں بر فروز

کہ چوں نیکیاں شوی نیک و

جو پڑھتی ہیں خالق کی دل سے نماز مے ہی انھیں عزت و امتیاز

جو چاہی کہ ہو جائے تو سرفراز تو دایم جہاں میں بہ عجز و نیاز

نماز از سر صدق بر پائیدار

کہ حاصل کنی دولتِ پائیدار

نہیں فسق سے کام کوئی بتر تو دامن کو اس سے نہ آلودہ

تجھے اُس سے لازم ہو کر ناخذر اسی کو یقین جان لے بہرہ و

اگر دُور باشی ز فسق و فجور

نباشی ز گلزارِ فردوس دُور

جو سمجھے شریعت کی باتیں بجا کرے پیروی ان کی دل سودا  
 نظیر اُن کو محشر میں خطرہ ہے کیا سخن ہی یہ اہل حسد کا کما  
 کسے را کہ از شرع باشند شمار  
 نترسد ز آشوب روز شمار

## ۶۲۔ در مذمتِ عصیاں

برایِ ہر عصیاں میں بالکل میاں نہیں کچھ بھلائی کا اس میں نشان  
 جو خوشنودیِ خالقِ دو جہاں تجھو چاہیے ہویاں اور وہاں  
 دلا عزمِ عصیاں مکن زینہار  
 کہ فردا نباشی ز حقِ شرمسار  
 جو توتے ہیں دنیا میں عصیاں شعا وہی کھینچتے ہیں مذمت کے با  
 اگر ہی تو کچھ عاقل و ہوشیا تو اس کو یقیں جان لے غمگنا  
 ز عصیاں کند ہوشمند حمت از  
 کہ از آبِ باشد شکر را گداز  
 کرے گا گنہ تو جو یاں روزِ ثوب تو ہوگا ترا سب میں عاصی لقب

جلد سوم ترا نور دانش چھپے گایہ سب سمجھ رکھ ہی دل میں ای با ادب  
کند نیکبخت از گنت اقبال  
کہ پنہاں شود نور مر از سحاب

### ۶۳۔ در تعریف شکر

بتجھے شکر کرنے سے ہے افتخار بتجھے شکر کرنے سے ہی اعتبار  
کہ شکر آب ہی تو شجر میوہ دار تامل کرا اور غور اے ہوشیار  
ز شکر جہاں آفریں سر مقاب  
کہ در بارغ دیں شکر اہست آب  
جو کرتے ہیں یاں شکر شام و سحر فیروز نعمت اُن کی ہو اور سم فور  
اگر دولت و بخت کا کچھ اثر سمجھے دیکھنا ہی تو لے بہرہ ور  
زیادت کند شکر جاہ و جلال  
زیادت کند شکر مال و منال

جو ہیں رتبہ شکر کے قدرواں نہیں شکر سے چُپ رہتے زباں  
کیا کرتے ہیں دم بدم شکر یاں تجھ بھی یہ لازم ہے اے مرزاں

نفس جز بہ شکرِ خدا بر میار  
کہ واجب بود شکر پروردگار

جو کچھ نعمتیں تجھ کو بخشی ہیں یاں وہ ہیں بے زباں اور تری اک زباں  
کر گچا تو کس کس کا شکر لے میاں جو شا کر ہی تو اس کو تحقیق جان  
اگر شکر حق تا برو ز شمار  
گزار ی نباشد یکے از ہزار

نہ دے شکر ہی تو بھی لب کو قرار زباں کو بلا شکر میں بار بار  
نظیر اس سخن کو تو کر عتبار ادا اگرچہ تجھے نہ ہو زینہا  
دے گفتن شکر اولیٰ تر است  
کہ اسلام را شکر اوزیور است

## ۶۴۔ در صفتِ صبر

صبوری کی دولت بڑی ہو میان جنھیں ہو وہ رکھتے ہیں آرام جاں  
ہر اک اس ہو خوش او دل شاد ماں صبوری کی کیا کیا کموں خوبیاں  
دلا کر صبوری کی کئی اختیار  
بدست آوری دولتِ پادار

صبوری میں ہی اس قدر مرتباً کہ ہر صابروں کے دل پر لکھا  
نہیں لکھی جاتی ہے اس کی ثنا غرض یہ سخن سن تو لے پار

صبوری بود کارِ پیغمبر

نہ سچند زین روئے دیں پرور

صبوری کی رد میں تو رکھ کر قدم نہ مقصد کے طے سے ہو پرالم  
نہ آنے لے خاطر میں کچھ درد و غم یقین کر اسی بات پر دم بدم

صبوری ترا کام گاری دہد

ز رنج و بلا رست گاری دہد

صبوری جو کرتے ہیں یاں صبح و شام تو ان کے صبوی سی جاری ہیں کام  
لے ہی انھیں رتبہ و احترام یقین کر یہی بات ای نیک نام

صبوری کشایدِ در کام جاں

کہ جز صابری نیست مفتاحِ آں

صبوی کرے گا جو دل سے یہاں تو ہوگی تری اس میں خبی عیاں  
نہ گھبر کسی کام میں میری جاں نصیحت پہ سعدی گرہ جاوداں

صبوری کنی گر ترا دیں بود

کہ تعجیل کارِ شیا طیں بود



جو کچھ ہے ترا مقصد و مدعا      نہیں گروہ جلدی سے ہوتا روا  
برآئے میں اُس کو میاں غم نہ کھا      یقین اس کو تو جان اے دلربا

صبوری کلیدِ درِ آرزوست

کشائندہ کشورِ آرزوست

جو کچھ آرزو جی میں ہی تیری پا      نہ ملنے کا ہی بیخِ دل میں نہ پا  
جو چاہی ملے تجھ کو اُس کا نشان      اسی کو یقینِ دل میں کھ جا دو پا

صبوری برآردِ بمرادِ دلت

کہ از عالماں حل شود مشکلّت

اگر ہے تو دایمِ بلا میں اسیر      و اگر ہی تری طبعِ کلفت پذیر  
نہ لا بیخِ دل میں قلیل و کثیر      کہا ہی بزرگوں نے یوں ای نظیر

صبوری بہر حال اُٹے بود

کہ در ضمنِ آن چپِ معنی بود

۶۵۔ در صفتِ شرابِ عشق گوید

مے عشق ہی وہ نشاءِ الیام      کہ اُس کا نشان ہی جنہیں صبحِ شام

جلد سوم      انھیں کوہی دن رات عیشِ مدام      تو بس جلد لے کر صراحی و جام

بدہ ساقی آں آبِ آتشِ لباس

کہ مستی کند اہلِ دلِ التماس

وہ محو جس سے ہی چشمِ دل کو نگاہ      نہ کیوں کر ہو سو جانِ اُن کی چا

وہ ہی جانِ عشاقِ بے اشتباہ      بہار اس کی کیا کیا کہوں ادوا

مے لعلِ درساغِ زرِ نگار

بود رُوحِ پرورِ چو لعلِ نگار

جنھیں شوقِ ہیاں محوِ عشق کا      عجب ان کے دل کو ہی متا مزا

چڑھای جو اس مے کا اُن کو نشا      تو کیفیتِ اُس کی کہوں اب میں کیا

خوشالذتِ شوقِ اربابِ عشق

خوشالذتِ ذوقِ اصحابِ عشق

جو عشاق ہیں اُن سے مت کر حجاب      انھیں لطفِ سیلے کر کامیاب

دل اُن کا جو کرتا ہی مستِ خراب      تو لا ساقیا بھر کے جامِ شراب

شرابِ لعلِ روانِ بخش یار

شرابِ مضافِ چور و سے نگار

جلد سو جوہی عاشقوں کو غم جاں گزرا      تجھے اُس کی لازم ہے کرنی دوا  
جو چاہی خمار اُن سے ہوئے جدا      تو جلدی سے لے ساقی دل بُبا

بیاراں شرابے چو آبِ حیات

کہ یا بد زبوں دل از غم نجات

وہ سُرخِ نبین آنکھوں میں بھری      عجب مشعلِ عشق روشن ہوئی  
کبھی سرخوشی اور کبھی بے بسی      کہوں کیا میں اس کو سوا اس کھڑی

خوشا ہی پرستی ز صاحبِ دلاں

خوشا ذوقِ مستی ز اہلِ دلاں

کیا جس نے دل دوستی پر فدا      قدمِ راہِ اُفت میں اپنا رکھا  
رہا ملتجیِ جلوہ یار کا      صفت اُس کی یار و کہوں اور کیا

خوشا دل کہ دار و تمناؤں دوست

خوشا دل کہ در بند سوداؤں دوست

جو مشتاقِ نظار دُیا رہے      اُسی کو محبت سزاوار ہے  
اُسے کب کسی سیہیاں کا رہی      نظیر اُس کے لب پر یہ ہر بار ہے

خوشا دل کہ شیدہ است بر رویِ دوست

خوشا دل کہ شد منزلش کو دوست

## ۶۶۔ درصفت راستی

جو رکھتے ہیں یاں راستی میں کمال وہی فی الحقیقت ہیں فخر خدہاں  
دل ان کا چمکتا ہے اختر مثال انہیں نیک باتوں پہ کر کے خیال

دلا گر کئی راستی اختیار

شود دولت ہمد و بختیار

جو رکھتے ہیں یاں راستی کا اثر بزرگی میں ہوتے ہیں وہ نامور

اُسی حُسن و خوبی پہ کر کے نظر کیا شیخ سعدی نے ای پرہیز

پنچد سراز راستی ہو شمند

کہ از راستی نام گرد دہند

جو ہیں راستی میں یہاں کامیاب نہیں ان کے دل کو در پنج دیا

دہن کی ہی بُو اُن کے مثل گلاب جو پوچھے تو سُن لے فرست ہا

بہ از راستی در جہاں کار نیست

کہ در گلبین راستی خار نیست

جو رکھتے ہیں یاں راستی کا شعاً انہیں کا ہی عالم میں عز و وقا

وہ ہوتے ہیں مقبول پروردگارؑ سمجھ کر ہی بات اے کامگار جلد ۶

دم از رستی گز زنی صبح وار

ز تار کی جہل گیری کنار

بھینستی کی خوش آئی بھیب وہ ہیں گلشنِ صدق کے عذیب

جو نارستی کے ہو غم قریب سمجھ اُس کا انجام اے خوش نصیب

کے راکہ نارستی گشت کار

کجا روزِ محشر شود رستگار

جو رکھتی ہیں یاں رستی پر نگاہ انھیں کی بہت لوگ کرتے ہیں چاہ

بزرگی سے ہوتا ہی اُن کا بناہ جو ہی تو عقیل اور دانش پناہ

مزن دم بجز رستی زینہار

کہ دارِ فضیلت ہمیں برسیار

رہی گا تو نارستی میں ایسر تو سب کی نگاہوں میں ہوگا حیر

یہاں اور وہاں ہوگی ذلت کثیر اسی کو یقین دل میں کرے نظیر

ز نارستی نیست کارے تر

کز و گم شود نام نیک اے پسر

## ۶۷۔ درِ مذمتِ دروغ

جسے جھوٹہ کہتے ہیں اہل جہاں وہ سینے کی بڑ تیرگی کا نشان  
 خرد کی ضیاء کو ہے کرتا ناناں نہیں یاد کیا قولِ دانشوراں  
 کسے راکھ گردِ زبانِ دروغ  
 چراغِ دلش را بنا شد فروغ  
 کرے گا جو تو جھوٹ کو اختیار طبیعت رہی گلی الم سے فگار  
 کرے گا نہ کوئی ترا اختیار یقین جان لے اس کو ای ہوشیار  
 ترا شرمساری نماید دروغ  
 بکاذب درِ غم کشاید دروغ  
 اگر جھوٹ بولے گا تو ہر زماں تو ہو گا نخلِ سب میں تو ای میل  
 کریں گے حذر تجھے اہل جہاں ہمیشہ یقین کر اسے میری جاں  
 نہ کذاب گیرِ درِ مذمتِ رعار  
 کہ اور انیارد کے در شمار  
 جسے جھوٹہ رکھتا ہی کچھ شاد ہاں اُسے خواہ کرتا ہی پھر ہر زماں

سراسر بدی اس کے ہو دریا اگر اعتبار اپنا چاہے تو یاں  
 دروغ لے برادر گلو زینہار  
 کہ کاذب بود خوار و بے اعتبار

جسے جھوٹھ ہوتا ہی یاں دلپذیر وہ ہوتا ہی یاں منفعل اور حقیر  
 نہیں اُس کی توقیر کرتے فقیر جو دیکھا تو سح ہی ہی لے نظر  
 دروغ آدمی را کند شرمسار  
 دروغ آدمی را کند بے وقار

## ۶۸۔ وصف حق تعالیٰ شانہ

جہاں میں تو رنگ کو ہیں چلن عیاں ہی عجب طرز کی انجمن  
 تجھے دیکھنے ہیں جو طور ز من تو چشم تامل سے لے یا رمن  
 نگہ کن دریں گنبد زر نگار  
 کہ سقفش بود بے ستوں استوا

کیس باغ و بہتاں کیس نیتاں کیس کوہ و صحرا کیس بحر و کان  
 کیس ہی بہار اور کیس ہی خزاں انھیں دیکھ کر پھر تو لے مہرباں

سراپردہ چرخ گردندہ ہیں

دروشمہائے فروزندہ ہیں

تامل ذرا کر تو پھر اور ہیں ہر اک وضع میں اور ہر اک طور ہیں

جو دیکھا تو ٹھہرا یہی غور میں کہ کیا کیا ہیں نقشے عیاں دور ہیں

یکے پاسان ویکے بادشاہ

یکے دادخواہ ویکے تاج خواہ

کیں دعوتوں کی ہیں تیاریاں نشاط و طرب کی ہوا دریاں

کیں رنج و غم کی گرفتاریاں غرض ہیں عجب کچھ نموداریاں

یکے شادمان ویکے درد مند

یکے کامران ویکے مستمند

کیں تبکیں اور کیں دستگاہ کیں بے وقاری کیں عز و جا

پٹے کیوں نہ حیرت میں جا کر نگاہ غرض کچھ عجبیاں کی ہی رسمِ راہ

یکے برہصیر ویکے برسریر

یکے درپلاس ویکے درحریر

کیں سختی و رنج سے ہائے ہی کیں درد و اندوہ سے وائے ہی



کیس محفلِ عیش پیرائے ہے عجب تماشے کی یہ لائے ہے  
 یکے راعناؤ یکے راعنا  
 یکے رابقاؤ یکے رافنا  
 کیس بے زری اور کیس گنج زر کیس خامشی اور کیس شور و ثر  
 کیس غمزدہ اور کیس شاد تر نئی طرح کا یاں کا دیکھا اثر  
 یکے بینواؤ یکے مالدار  
 یکے نامرادو یکے کامگار  
 کیس صبحِ عشرت کیس شامِ غم کیس خرمی اور کیس ہے الم  
 کیس مہربانی کیس ہے ستم جہاں میں جہاں دیکھو یہ ہے ہم  
 یکے در بسم یکے در عذاب  
 یکے در مشقت یکے کامیاب  
 کیس شادمانی کیس غم کشتی کیس کنگی اور کیس تازگی  
 کیس دل کی قوت پست جی غرض کچھ عجب طرح ہوں کیاں کی بھی  
 یکے تندرست فیکے ناتواں  
 یکے سال خور دو یکے توجواں

جلد سوم

کیس نزم و صنعی کی چلتے ہیں اہ کیس سخت گوئی کیس مہر و چاہ

کیس لطف ہی اور کیس ظلم و آہ عجب ڈھبکی دیکھی ہی یہ نزم گاہ

یکے نیک خلق و یکے تند خوئے

یکے بردبار و یکے جنگ جوئے

کیس ہی ہدایت کیس گم رہی کیس راستی اور کیس کجروی

کیس پارسائی کیس مے کشی جہاں میں عجب دھوم بج رہی

یکے درصواب و یکے درخطا

یکے دردعا و یکے دردفا

کیس ہی نشاط و طرب ہر زمان بسا چینِ نعمت و بُلبلاں

کیس کلفتِ دل ہی رنجِ پریاں کہاں تک کہوں یاں کی ترنگیاں

یکے در گلستانِ راحتِ مقیم

یکے با غم و رنج و محنتِ ندیم

کیس بادِ عیش ہے موجِ زن پری زاہد بیٹھی ہیں نازک بدن

کیس رنج و غم سے لگی ہے لگن غرض کچھ عجب ڈھب کی ہی سخن

یکے رافرو ز ند شمعِ طرب

یکے راز غم روز روشن چو شب

کہیں شاد کامی کے ہیں کاروبار عیاں سیم و زر کے ہیں نقش و نگار  
 کہیں دروغ سے ہی خاطر فگار عجب طرز کے ہیں چلن آشکار  
 یکے برابر وہ رفتہ زاندا زوال  
 یکے دروغ نان و چرخ عیال  
 کہیں ہیں تروتازگی کے نشان خوشی خرمی قہقہہ خوبیاں  
 کہیں رنج و افسردگی ہی عیاں عجب ٹھہکا ہی آج رنگ جہاں  
 یکے چوں گل از خرمی خند وین  
 یکے رادل آزرده خاطر حزن  
 کہیں غر و اجلال ہے بشمار نمایاں ہی باغ چمن کی بہار  
 کہیں قید غم سے ہی دل دافدار جہاں ہیں عجب رنگ ہے آشکار  
 یکے در جہان جلالت امیر  
 یکے در کسند حوادث امیر  
 کہیں پارسائی کا اقبال ہے عبادت سے ہر ایک خوشحال ہی  
 کہیں طبع عصیاں کو دنبال ہی غرض کچھ عجبیاں کا احوال ہی  
 یکے بستہ از بہر طاعت کمر  
 یکے در گنہ بردمے بر سر

جلد سوم

کیس راہ و رسم مناجات ہی تلاوت ہی تقویٰ ہی طاعات ہی

کیس بادہ و چنگن رات ہی عجب آئینہ یاں طلسمات ہی

یکے رات شب روز مصحف بہت

یکے خفتہ در کنج میخانہ مست

کیس علم کا ہو رہا ہے کمال معانی کی ہی بحث اوقیل و قال

کیس ہیں جہالت کے دل میں خیال عجب نگ کی ہی بیاں چال ڈھال

یکے عالم و مقل و ہوشیار

یکے جاہل و مدبر و شرمسار

کیس تو شریعت کے اقرار ہیں مسائل کی بحثیں ہیں تکرار ہیں

کیس منکری میں گرفتار ہیں عجب نگ پریاں کے اطوار ہیں

یکے بردر شرع مسمار وار

یکے در در کفر زنا ردار

کیس خواہش مرشد رہنما کہ ارشاد لایں سب اس کجبا

کیس فاجری مرتدی ہے بپا غرض یاں عجب نگ ہی مچ رہا

یکے نیک کردار نیک اعتقاد

یکے غرق در جبر فسق و فساد

کہیں زور و قوت میں ہیں استوا جہاد اُن سے جوتے ہیں نت آشکار  
 کہیں ضعف سے چھتے پھرتے ہیں عجب طرح کا یاں کا ہے کاروبار  
 یکے غازی و چابک و پلواں  
 یکے بزدل و سست ترسندہ جاں  
 کہیں دینِ ایمان سے ہیں نیک نام حسابوں میں لکھتے ہیں دینار و دم  
 کہیں ہیں گرفتار کفر و ظلام عجب طور کا یاں کا ہے انتظام  
 یکے کاتبِ اہل دینت ضمیر  
 یکے دُزدِ باطن کہ نامش دیر  
 زمانے میں ہیں یہ بھی نیرنگیاں کہیں کچھ ہو ظاہر کہیں کچھ عیاں  
 انھیں دیکھ کر ہو نہ غافل میاں جو بھولا تو بھولا مگر مہرباں  
 ازیں پس مکن تکیہ بر روزگار  
 کہ ناگہ ز جانت برآرد مار  
 جو حشمت تے پاس ہے ہینار تو اُس کا بھروسہ نہ کر زینہار  
 نہیں اس کے بہنے کا کچھ اعتبار اگر عقل ہی تجھ کو لے ہو شیار  
 مکن تکیہ بر ملک جاہ و چشم  
 کہ پیش از تو بودہ است بعد از تو ہم

اگر ہی جہاں میں تو دارا نشاں سپہ بھی بہت ہی ترے ہمنشاں  
اگر ہے تو دانشور و کامراں ننواں سپہ نازاں تو لے مہرباں

مکن تکیہ بر لشکرِ بیعد

کہ شاید ز نصرتِ نبی مدد

اگر حکم اور ملک ہے بیشتر تو ہرگز بھروسہ تو اُس کا نہ کر  
یہ ہوتا ہی دم میں ادھر سے ادھر عجب کہ گیا سب ری نکتہ در

مکن تکیہ بر ملک و فرماندھی

کہ ناگہ چو فرماں رسد جاں دھی

اگر تجھ کو شوکت ہے ہی احترام تو مغز و راس پر نہو صبحِ شام  
جو کچھ عقل سے تجھ کو رہتا ہے کام تو ز نمارے صاحبِ احتشام

مکن شادمانی بجاہ و جلال

کہ بے خوف نقصاں نباشد کمال

جہاں میں اگر تو ہے کشورِ ستاں سببِ سبب و لٹکے ہیں تیری ماں  
ننواں سپہ مغز و ہرگز میاں اگر ہے تو دانشور و اہلِ شاں

مکن تکیہ بر ملک و تاج و لوا

کہ ناگہ در آید سپاہِ بلا

جواگے تھیاں صاحبِ زیب و فر  
کماں ہیں ودا بل میں کنگِ غر کر  
نہیں استقامت کا اس جا اثر  
تھے اگلے زمانہ میں بھی جلوہ گر

بسا بادشاہانِ سلطانِ نشان

بسا پسو امانِ کشورِ ستان

جہاں کا یہی ہی چلن ای جوں  
کہ رہتا نہیں یاں کوئی جادواں  
ہوئی ہی بہاروں کی آخرِ خزاں  
سو اس کی تھے زیبِ باغِ جہاں

بسا ماہرِ دیانِ شمشادِ قد

بسا نازنینانِ خورشیدِ خد

عجب زیبِ فریت کی تھے ہتھیں  
کہاتے تھے محبوب اور نازنین  
کوئی نہ روش اور کوئی جہیں  
اسی طرح تھے زیبِ رُفے زین

بسا نو عروسانِ آراستہ

بسا خوب رویانِ نوحاستہ

ہیں اب جس طرح گلبدنِ نوجوں  
اسی طور آگے بھی تھے دستان  
یہی دلفریبی ہی شوخیاں  
بصد ناز و انداز رہتے تھیاں

بسا نامدار و بسا کامگار

بسا سرفرد و بسا گلزار

وہ ایسا ہی رکھتے تھے حسن و جمال کہ تھے گلشنِ ناز کے نو نہال  
بت خوشنما اور شیریں مقال کہوں کیا ہوا اُن کا انجام حال

کہ گردِ ندِ پیراہنِ عمر چپک  
کشید ندمر و در گریبانِ خاک

فنا ہو گئے سب وہ زیبِ اسنم کہ تھے دامِ دل جن کی زلفوں کے خم  
عجب شوخیاں اور طرزِ رستم کروں کیا بیاں اب میں جہنمِ خم

چناں خرمینِ عمر شاں شہِ بباد  
کہ ہرگز کسے زانِ نشانی ندا

جہاں میں عیاں ہیں ہی کار و بار تو غفلت میں رہ کر ہنو شرمسار  
زمانے کا ہرگز نہیں اعتبار جو کچھ عقل ہی تجھ کو تو زینہار

منہ دل بریں منزلِ جانتاں

کہ درمے نہ بینی ملے شادماں

جو دل کو لگا دی گا غفلتِ کیاں رہیگا الم میں بشور و فساں  
اگرچہ دل آویز ہے یہ مکاں نہیں رہنے کا تو بیاں جاوداں

منہ دل بریں کا رخِ خرم ہو

کمی بارِ داز آسماں صبرا



رہی جو غفلت میں یاں مُبتلا      وہ پائے گا ہر لحظہ رنج و عنا  
 ندامت بھی کھینچے گا اس کے سوا      اگر ہے تجھے عقل و فہمِ رسا  
 منہ دل بریں دیر کمئے خراب  
 کہ خالی نباشد ز رنج و عذاب  
 جو غفلت تری دل میں ہی جاگیر      تو ہو گا کمندِ الم میں اسیر  
 لگیں گے طبیعت میں کلفت کی تر      جو آرام چاہے تو ہرگز نظیر  
 منہ دل بریں دیر ناپا مدار  
 ز سعدی یہی یک سخن یاد دار

## ۶۹۔ اُدبَارِ قوم

ختم جب اقبال کا ہوا ہی دُور      سائے بگڑ جاتے ہیں قوموں کو طُور  
 خصلتیں ان کی نہیں رہتیں دست      فرض ادا کرنے میں رہتے ہیں ست  
 بھول کے بھی وہ نہیں لاتے بجا      بندوں کے حق اور حقوقِ خدا  
 ملتی ہی ہر چند کہ مُلت انھیں      پر کبھی ہوتی نہیں عبرت انھیں  
 جب نہیں غفلت کا اُترتا خار      ہوش میں آتے نہیں وہ زینہار

مدرسہ کرتے منرا سے نہیں پھر درگزر کار گزار ان قضاوت در  
لیتے ہیں چھین ان سے حکومت کبھی کرتے ہیں سلب ان کی یا قہجی  
علم کبھی دیتے ہیں ان کا مٹا دیتے ہیں دولت کبھی ان کی ٹا

اس پہ بھی ہوتے نہیں جب ہوشیا  
بھٹکتے ہیں قحط و دبا بار بار

حالی

۔۔۔ جہل مُرگب

کسی نے یہ بُقراط سے جا کے پوچھا مرض تیرے نزدیک مُلک ہیں کیا  
کہاؤ گے جہاں میں نہیں کوئی ایسا کہ جس کی دوا حق نے کی ہو نہ پیدا  
مگر وہ مرض جس کو آسان سمجھیں

کے جو طبیب اس کو ہڈیاں سمجھیں  
سبب یا علامت گران کو سمجھائیں تو تشخیص میں سو نکالیں خطائیں  
دوا اور پرہیز سے جی چڑھائیں یونین رفتہ رفتہ مرض کو بڑھائیں

طبیعوں سے ہرگز نہ مانوس ہوں وہ

میاں تک کہ جینے سے یاوس ہوں وہ

یہی حال دنیا میں اس قوم کا ہے      بھنور میں جہاز آئے جس کا گھرا ہے جلدوم  
کنارا ہے دُور اور طوفاں بپا ہے      گماں ہے یہ ہر دم کہ اب ڈوبتا ہے  
نہیں لیتے کروٹ مگر اہل کشتی  
پُٹے سوتے ہیں بے خبر اہل کشتی

حالی

## ۷۔ اوصافِ پسندی

سعادت بڑی اس نے مانہ کی یہ تھی      کہ جھکتی تھی گردن نصیحت پسند کی  
نہ کرتی تھے خود قول حق سے خوشی      نہ لگتی تھی حق کی انھیں بات کر دوی  
غلاموں سے ہو یا تے ستے بند آقا  
خیلے سے لڑتی تھی ایک ایک بڑھیا  
بنی نے کہا تھا جنھیں فخرِ امت      جنھیں خلہ کی مل چکی تھی بشارت  
سلم تھی عالم میں جن کی عدالت      رہا مفتخر جن سے تختِ خلافت  
وہ پھرتے تھے راتوں کو چھپ چھپ کے درد  
کہ شرمائیں اپنا کہیں عیب سن کر

بلد ہوں مگر ہم کہ ہیں دام و دہم سے بتر      نہ ظاہر کہیں ہم میں خوبی نہ مضمر  
 نہ اقران و امثال میں ہم موقر      نہ اجداد و اسلاف کے ہم میں جوہر  
 نصیحت سے ایسا بُرا مانتے ہیں  
 کہ گویا ہم اپنے کو پہچانتے ہیں  
 اُسے جانتے ہیں بڑا اپنا دشمن      ہمارے کرے عیب جو ہم پر روشن  
 نصیحت سے نفرت ہی ناصح سے اُن بُن      سمجھتے ہیں ہم رہنماؤں کو رہ زن  
 یہی عیب ہی سب کو کھویا، جس نے  
 ہیں نادر بھر کر ڈبویا ہے جس نے

حالی

## ۲۔ آفتِ نقاق

قوم میں جو دیکھے چھوٹا بڑا      چننا ہی ڈیڑھ اینٹ کی مسجدِ جُدا  
 مضحکہ خود اپنا بناتے ہیں وہ      اپنے پہ عالم کو ہنساتے ہیں وہ  
 سوجھتی ملت کی نہیں کوئی بات      یہ جو کہے دن تو وہ کتنا ہی رات  
 زید کا ہی عمر و سے ظاہر ملاپ      دل میں بھرا دونوں کے لیکن ہی پاپ

رہتا ہر ایک ایک کے پے نہاں      جس سے جسے دیکھے ہے بدگماں  
 ایک یہ کتا ہے کہ میری چلے      دوسرا خواہاں کہ زک اس کو ملے  
 دیکھے جس کو وہ ہر اس تک ہیں      یاروں کے منصوبے میں خاں ہیں  
 قوم کی قوم آتی ہے بیکس نظر  
 جاتی ہیں جھاڑو کی سی سنکس بھر

حالی

## ۷۳۔ انجام اتفاق

ملک ہیں اتفاق سے آزاد      شہر ہیں اتفاق سے آباد  
 ہند میں اتفاق ہوتا اگر      کھاتے غیروں کے ٹھوکریں کنوگر  
 قوم جب اتفاق کھو بیٹھی      اپنی پونجی سے ہاتھ دھو بیٹھی  
 ایک کا ایک ہو گیا بدخواہ      لگی غیروں کی تمپہ پڑنے نگاہ  
 پھر گئے بھائیوں سے جب بھائی      جو نہ آتی تھی وہ بلا آئی  
 پاؤں اقبال کے اکھڑنے لگے      ملک پر رب کے ہاتھ پڑنے لگے  
 کبھی چڑھ کر کسی نے گھر لوٹا      کبھی آکر کسی نے زر لوٹا

کبھی اُس نے ہی قتل عام کیا      کہیں اس نے ہی آغلام کیا  
ملک روندی گئے ہیں پیروں کی  
چین کس کو ملا ہے غیروں کی

حالی

## ۴۔ نفسانیت

فاضلوں کو ہی فاضلوں سے عناد	پنڈتوں میں پڑی ہوئے ہیں فنا
ہی طیبوں میں نوک جھوک سدا	ایک سے ایک کا ہی تھوک جدا
ہستے و داهل علم ہیں اس طرح	پہلوانوں میں لاگ ہو جس طرح
عید و والوں کا ہے اگر ٹھٹھا	شیخ و والوں میں جا نہیں سکتا
شاعروں میں بھی ہے یہی تکرار	خوشنویسوں کو ہے یہی آزار
لاکھ نیکوں کا کیوں نہواں نیک	دیکھ سکتا نہیں ہی ایک کو ایک
نسخہ اک طب کا جس کو آتا ہے	گئے بھائی سے وہ چھپاتا ہی
جس کو آتا ہے پھونکنا کشتہ	ہی ہماری طرف سے وہ گونگا
جس کو ہی کچھ رمل میں معلومات	وہ نہیں کرتا سیدھی منہ سے بات

کام کند لے کا جس کو ہے معلوم      ہی زمانے میں اس کی بخل کی دھوم  
الغرض جس کے پاس ہی کچھ چیز      جان سے بھی سوا ہی اس کو عزیز  
سب کمالات اور ہنران کے      قبر میں ان کے ساتھ جائیں گے  
قوم پران کا کچھ نہیں احساں  
ان کا ہونا نہ ہونا ہے یکساں

حالی

## ۵۔ تصنع

کرتے ہیں سو سو طرح سے جلوہ گر      ایک ہوتا ہے اگر ہم میں ہنر  
جانتی ہیں آپ کو پرہیزگار      عیب کوئی کر نہیں سکتے اگر  
دوست اس کو ہیں نہ اس کی آشا      گو بظاہر سب سے ہیں شیر و شکر  
خصلیں روباہ کی رکھتے ہیں ہم      گود دکھاتے آپ کو ہیں شیر نر  
اپنی نیکی کا دلاتے ہیں یقین      کرتے ہیں نفرت بدی سے جس قدر  
کرنی پڑتی ہی کسی کی مدح جب      کرتے ہیں تقصیر اکثر مختصر  
گر کسی کا عیب سن پاتے ہیں ہم      کرتے ہیں رُسا اسے دل کھول کر

جلد سوم  
کی نہیں جس سے کبھی کوئی بدی  
شکر کے ہیں اس سے خواہاں عمر بھر  
ایک بخش میں بھلا دیتے ہیں سب  
ہوں کسی کے ہمپہ لاکھ احساں اگر  
عیب کچھ گنتے نہیں اس عیب کو  
جس سے ہوں اپنے سوا سب بخیر  
خیر کا ہوتا ہی ظن غالب جہاں  
یکھنچ کر لاتے ہیں اس کسے شہر  
بنتے ہیں یاروں کے ناصح تاکہ ہو  
عیب ان کا ظاہر اور اپنا ہنر  
دوست اک عالم کے پر مطلب کے دوست  
ایسے یاروں سے خذریا رو خذریا

حالی

## ۷۷۔ ہمارے تعلیم یافتوں کا بخل

تربیت یافتہ ہیں جو یاں کے  
خواہی لے ہوں اس میں یا ایم لے  
بھرتے حب وطن کا گودم ہیں  
پر محبت وطن بہت کم ہیں  
قوم کو ان سے جو امیدیں تھیں  
اب جو دیکھا تو سب غلط نکلیں  
ہسٹری ان کی اور جو گرنی  
سات پردوں میں منہ دھوپے پڑی  
بند اس قفل میں ہے علم ان کا  
جس کی کنجی کا کچھ نہیں ہوتا



لیتے ہیں اپنی دل ہی دل میں نے گویا گونے گا گڑبیں کھائے ہوئے  
 کرتے پھرتے ہیں سیر گل تنہا کوئی پاس ان کے جانیں سکتا  
 اہل انصاف شرم کی جا ہے گرنیں بخل یہ تو پھر کیا ہے  
 تم نے دیکھا ہی جو وہ سب کو دکھاؤ تم نے چکھا ہی جو وہ سب کو چکھاؤ  
 یہ جو دولت تمہاری پاس ہی آج ہموطن اس کے ہیں بہت محتاج  
 منہ کو اک اک تمہارے ہوتے تکتا کہ نکلتا ہی منہ سے آپ کے کیا  
 آپ شائستہ ہیں تو اپنے لئے کچھ سلوک اپنی قوم سے بھی کئے  
 قوم پر کرتے ہو اگر احساں تو دکھاؤ کچھ اپنا جو شہناں  
 کچھ دنوں عیش میں غل ڈالو پیٹ میں جو ہی سب اگل ڈالو

علم کو کر دو کو بکو ارزاں

ہند کو کر دکھاؤ انگلستان

حالی

۷۷۔ تعلیم یافتہ نوجوان

اک مجمع ثقات میں میسر گزر ہوا انگریزی دانوں پر تھوڑے سب ہو رہی تھا  
 ارشاد اک طرف سے ہوا مجھ کو دیکھ کر انگریزی پڑھنے والوں پر حسرت ہی مینا

جلد سوم اور لطف یہ کہ جانتے خود ناک بھی نہیں  
 پر روشنی نئی کا ہے حضرت کو چاندنا  
 روزی کے نام سے پڑیں کہیں نماز کو  
 بھوکا نہیں جاری عبادت کا کچھ خدا  
 نظر نہ ہمیں اور نہ مساکین پروری  
 ان کی بات ہے بھوکے ہیں گزشتہ اتوار  
 انہی سی وضع اور نہ انہی سی گفتگو  
 وہ خلق وہ مروت و الفت وہ وفا  
 حج کا خیال اور نہ زیارت کی انگ  
 شوقِ حدیث اور نہ قرآن سی واسطہ  
 ذکرِ فضائل نبوی ہو اگر کہیں  
 یہ دل ہی دل کی چرچاں بکھرا  
 واقعہ قبول و تفرہ بغیر ہی ٹھیک ٹھیک  
 پس ہی چہ بخت کا نہ مسلم کر بلا  
 لندن کا ذکر کیے نظر چہ پیہر پر  
 پر یہ خبر نہیں ہے کہ کعبہ کہ حرمِ ہرام  
 تیسرا ایسی پود پیدا لگی ہوئے قوم میں  
 فرمائیے کہ قوم کو کیا اس سے فائدہ

سید عابد حسین

ہماری تہذیب پروری

پر دے پر دے میں وہ نکلتی تھی  
 ساتھ گھونگھٹ نکالے چلتی تھی  
 جس طرف دونوں مل کے جاتے تھے  
 انگلیاں لوگ ادھر اٹھاتے تھے

بولیاں کوئی بولتا تھا کھڑا      کوئی نظروں میں تولتا تھا کھڑا جلد سوم  
 جو نئی روشنی پہ مرتے تھے      چل کے احوال مجھ پہ کرتے تھے  
 کہتے تھے کوئی کیوں یہ چل گئے      اب زمانہ وہ ہے کہ کھل کھیلے  
 سات پردوں میں ہو تو باہر کے      آنکھ ہو تو نگاہ بیکر آئے  
 چاند کو ابر میں نہ ڈالے کوئی      اپنے گونگٹ کبھی نکالے کوئی  
 حاضر ہی پر چلے نفس پہ چلے      ساتھ یہ تھا بھی اب غلٹی پہ پہلے

بات ہوئی کے سب یہ سن پائی

پہنے گانے کی خوب دھن پائی

بولی تو بدل کے ہم سے سوا      ہے لگوڑی تمہاری اپنی راہ  
 چھوڑ دو آج سے پڑائی چال      کام آتا نہیں پڑانا مال  
 خفی کو ہے نیا چلن ہی پسند      سے آئیں یہ کہ ہو کن ہی پسند  
 میرا اب سے نہ یہ چلن ہو گا      میں نئی ہوں نیسا فٹن ہو گا  
 میں نئی روشنی میں چلوں گی      میں ہو سائی میں چل کے دکوں گی  
 میرے گھونگٹ نکالنے والی      نامس ہو برقع ڈالنے والی  
 گنا زور والی ہے جی کا      سر کا جھکا کھٹک کا نیٹک

جلوم پاؤں پڑنے نہ دوں چھڑے کو اب  
 اب تو بالی بلانے جاں سی ہے  
 اب جو پاؤں گی کان کی پھسلی  
 یہ کہاں کا ٹوا پتوڑا ہے  
 اپنی سوں۔ یہ نہیں چن ایتھے  
 داور دو مکی کی انجڑاں کی  
 ہاں قسم ہے خدا سے پاک کی ب  
 ماروں پاپوش پر کڑے کو اب  
 طوق ہی یا گھ کی پھانسی ہے  
 کدہ ہی جاؤں گی کان کی پھسلی  
 آنت شیطان کی ہی کہ توڑا ہے  
 اس سے تو پھر بھی ہیں پٹن لپٹے  
 پتوڑیاں اب تو نہیں پہنوں گی  
 جھکو کا ٹوا ہے کیس تک کی ب

اب نہ گھر بھر میں آئے پائے رجا

خون کرڈالوں گی جو لائے رجا

چیرڈالوں گی سنکے سارڈی کو  
 چوٹی اٹینا سے کوئی کام نہیں  
 گھاگھری اب نہ خاک پہنوں گی  
 پاؤں کے موزی اب نہ بھولوں گی  
 سر پہ چادر نہ پاؤں میں لٹری  
 ویل منہ پر ہو۔ بات میں پھری  
 یہ پنھاؤ کسی اتاری کو  
 کارسٹ اب نہ لوں تو نام نہیں  
 میں تو صاحب فراک پہنوں گی  
 بوٹ بنواؤں گی میں شولوں گی

اب نہ برگزڈروں گی میں تم سے

اگنا پونجی کروں گی میں تم سے

سن کے باتیں یہ اپنی بی بی سے میں بھی ہاں تھا بد نصیبی سے جلد سوم  
یعنی اس وضع میں بڑی گت تھی  
آبرو تھی نہ اس میں عزت تھی

طالب بنکر ہی

## ۹۔ تضحیک قوم

سمجھتے ہیں شائستہ تو آپ کو کہاں ہیں آزاد ری رائے پر جو کہ نازاں  
چلن پر ہیں جو قوم کے اپنی جتہاں مسلمان ہیں سب جن کو نزدیک ناداں  
جو ڈھونڈ رہے یاروں کے ہمدرد ہیں  
تو نکلیں گے تھوڑے جواں مردان ہیں

نہ بیچ ان کے افلاس کا ان کو اصلا نہ فکر ان کی تعلیم اور تربیت کا  
نہ کوشش کی بہت نہ دینے کو پیا اڑانا مگر مفت ایک اک کا خاکا  
کیں ان کی پوشاک پر طعن کرنا  
کیں ان کی خوراک کو نام دھرتا

عزیزوں کی جس بات میں عیب پانا نشانہ انہیں بہیتوں کا بتاتا

جلد ہم شامت سے دل بھائیوں کا دکھانا یگانوں کو بیگانہ بن کر چھڑانا

نہ کچھ درد کی چوٹ ان کے بکریں

نہ نظرہ کوئی خون کا چشم تریں

کوئی ان سے پوچھے کہ اے ہوش واد کس امید پر تم کھڑے اس بڑے

بر وقت بیٹھے پر آسنے کو بستہ ہو نہ چھوٹے گاسوتوں کو اور جاتوں

کچھ نہ تم اور نہ مانتی کہ مانتے

اگر ناؤ ڈوبی تو ڈوبیں گے سارے

حالی

## ۱۰۔ ہمدرد قوم

ہو کوئی ایسی قوم کا ہمدرد نوع انساں کا جس کو سمجھیں

قوم پر کوئی زد نہ دیکھ سکے قوم کا حال بد نہ دیکھ سکے

قوم سے جان تک عزیز نہ قوم سے بڑھ کے کوئی عزیز

بچے ان کی خوشی کو راحت جائے وال جو روز ہو تو عید ہویاں

بچے کو ان کے سببھے مایہ غم ویاں اگر سوگ ہو تو یاں ماتم

بھول جائے سب اپنی قدرِ طیل      دیکھ کر بھائیوں کو خوار و ذلیل  
جیسے شے اس پر گر کر ڈھل جائے گا  
پہلی آسائشوں پر کمال ہی نہ لگے

جو ہیں دنیاوی قوم سب بھڑے      بندۂ قوم ان کے ہیں زلفِ مژد  
باب کی بہت دعا یہ ہر پیر      قوم کی ہیں باتوں اس کو سچ  
ماں قضا ہے یہ مانگی بہت عراہ      قوم پرستے نشانہ روا و لاہ  
بھائی بھائی میں کرتا ہر پڑاں      تو اگر ان سے تو ہیں اول ہوں  
اگرچہ کٹا کے لاسے ہیں      جو وطن فائدے اٹھاتے ہیں  
کیسے ہوتے ہیں سدر سے جاری      دغل اور خرچ جن کے ہیں بجاری  
اور کیسے ہوتے ہیں کتبِ قائم      سمجھتے حکمت و ادب قائم  
کیسے جلس ہیں ہوئی، دیکھو      کیسے مضمون ہوتے ہیں تحریر  
ایک ٹاٹک بتا کے لا تاہی      دوسرا اس کو کر رکھتا ہی  
نٹ سے کھلتے ہیں داخانے      بیٹے ہیں سینکڑوں شفا خانے  
ہیں سداں اوچیریں میں طلب      کہ کوئی نسخہ ہاتھ آئے عجیب  
قوم کو پہنچے منفعت جس سے      ملک میں رہیں فائدے جس سے

جلد سوم

قوم کی خاطر ان کے ہیں سب کلام  
خود ان میں سفر ہو خواہ مقام  
سینکڑوں گلِ مُرخ اور مہِ پائے  
لاڈلے ماں کے باپ کے پیارے  
جان اپنی لئے ہمتی سلی پر  
کرتے پھرتے ہیں بحر و بر کو سفر  
شوق یہ ہے کہ جان جاؤ تو جٹے  
پر کوئی بات کام کی اتھ آئے  
جس سے مشکل ہو کوئی قوم کی کل  
مکام کا آئے کوئی کام نخل  
کھپ گئے کتنے بن کے بھاڑوں پر  
مر گئے سینکڑیوں پیاروں میں  
لکے جب تک جئے سفر نامے  
چل میئے ہاتھ میں قلم تھامے  
گور سفر میں اٹھائے رنجِ محال  
کر دیا پر وطن کو اپنے مال  
ہیں اب ان کے گواہِ حُبِ وطن  
درودِ دیوارِ پیرس لندن

کہیے دُنیا کا جس کو باغِ جاناں

ہر فرانس آج یا ہے انگلتاں

حالی

## ۸۔ غمگساری قوم

جنہیں ملک میں اپنی رکھنی ہو وقت  
جنہیں سلطنت کی ہو مطلوبِ قرب  
جنہیں تھامنی ہو گھرانے کی عزت  
جنہیں دین کی ہو نہ منظورِ زلت



جلد سوم

جنہیں نسل و اولاد ہو اپنی پیاری

انہیں فرض ہے قوم کی غمگساری

بہت دل میں نرم اندنوں ہوتے جاتے کہ حالت یہ ہیں قوم کی اُڑی آتے  
تنزل پہ ہیں اس کے آنسو بہاتے نہیں آپ کچھ کر کے لیکن دکھاتے

خبر بھی ہو دل ان کے جلتے ہیں کس پر

وہ ہیں آپ ہی ہاتھ ملتے ہیں جس پر

رئیسوں کی جاگیر داروں کی دولت فقیہوں کی دانشوروں کی فضیلت  
بزرگوں کی اور واعظوں کی نصیحت ادیبوں کی اور شاعروں کی فصاحت

حجے تب کچھ آنکھوں میں اہل وطن کی

جو کام آئے بہو دیں انجمن کی

جماعت کی عزت میں ہر سب کی عزت جماعت کی ذلت میں ہر سب کی ذلت

رہی ہے نہ ہرگز رہیگی سلامت نہ شخصی بزرگی نہ شخصی حکومت

وہی شاخ پھولے گی یاں اور پھلے گی

ہری ہوگی جڑ اس گلتاں میں جس کی

ذخیرہ ہے جب چو نہا کوئی پاتا تو بھاگا جماعت میں ہے اپنی آتا

جلد سوم انہیں ساتھ لے لیے یہاں سے جاتا      فتوح اپنی ایک ایک کو بے دکھاتا

سدا ان کے ہیں اس طرح کام چلتے

کمانی سے ایک اک کے ہیں لاکھ پلتے

جب اک چوٹا جس میں دانش حکمت      بنی نوع کی اپنے برائے حاجت

معیشت ایک اک کو بخشے فراغت      کرے ان پہ وقف اپنی ساری غنیمت

تو اس سے زیادہ ہی بے عزتی کیا

کہ ہو آدمی کو نہ پاس آدمی کا

غضب ہی کہ جو نوع ہو سب برتر      گئے آپ کو جو کہ عالم کا سرور

فرشتوں سے جو سمجھے اپنے کو برتر      خدا کا بنے جو کہ دُنیا میں منظر

نومردی کا نشان اس میں اتنا

مسلم ہے مٹی کے کیڑوں میں جتنا

حالی

## ۸۲۔ برکتِ اتفاق

دانوں کو دیتا ہوں میں خرمن بنا      قطروں سے دیتا ہوں میں دریابا

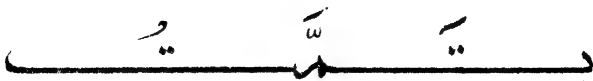
ڈھیلوں سے چمتا ہوں حصا چھیں      ریشوں کو کر دیتا ہوں جل لمتیں

ملک ہیں آبا و مری ذات کے      یمن ہر اک مری کرامات سے  
میرا ہر جس ملک میں ہا بری عمل      واں کبھی آنے نہیں پاتا داخل  
میری تصرف میں ہر جو سرز تیں      واں کوئی بلیں کوئی تنہا نہیں  
ایک ہر زخمی تو ہیں سپہ نگار      ایک ہر مظلوم تو حامی ہزار  
ایک کو گرد دیکھتے ہیں مضطرب      پیٹ کو پکڑی ہوئے پھرتے ہیں سب  
آگ اگر گھر میں لگی ایک کے      قوم میں گھر گھر دھوئیں اٹھتے نئے  
کُل کی مصیبت میں ہیں کُل تبلا      ایک پر آتی نہیں کوئی بلا  
ضعف دباتا نہیں ان کو کبھی      رکھتے ہیں کمزور بھی واں دل تو ہی  
غم نہیں افلاس کا مفلس کو واں      ایک کا افلاس ہر سب پر گراں  
ایک کی خواری ہر ہین نام ہزار      ایک ہر رسوا تو ہیں سب شرمسار

ایک کی عزت ہو تو نازاں ہیں سب

ایک ہو گر شاہ تو سلطان ہیں سب

حالی





# معارفِ ملت

جلد سوم

ضمیمہ

شعرا اور ان کا کلام

استدعا۔ ذیل میں شعرا کے متعلق جو جو حالات دریافت طلب ہیں۔ اگر کوئی صاحب ان سے مطلع فرمائیں گے تو باعثِ مشکوری ہوگا اُمید کیہ طبع آئندہ میں کل حالات مکمل ہو جائیں گے۔

۱۔ احمدی۔ نواب غلام احمد خاں صاحب مرحوم

ولادت وطن کرناں وفات مدفن علی گڑھ

صفحہ

(۳۵) تماشائے عالم۔

صفحہ

جلد سوم ۲۔ اکبر۔ سید اکبر حسین صاحب

ولادت وطن الہ آباد

(۶) معرفت - - - - - ۹

(۴۵) تازہ واردات - - - - -

۶۶ ۳۔ بنیظیر۔ سید محمد بنظیر شاہ صاحب وارثی

ولادت وطن کراٹا مانک پور

(۱۹) ہدایت - - - - - ۲۵

(۲۰) راز و نیاز - - - - - ۲۶

(۲۱) عالم قدس - - - - - ۲۸

(۲۵) رحمۃ للعالمین - - - - - ۳۸

(۴۲) شاہ اسلام - - - - - ۶۳

۴۔ جوہر۔ محمد شفیع خاں صاحب

ولادت وطن

(۳۴) بہار زندگی - - - - - ۵۵

۵۔ حالی۔ خواجہ الطاف حسین صاحب مرحوم

وفات ۱۳۱۴ء دفن پانی پت

(۶۹) ادب اربعہ - - - - - ۱۲۱

صفحہ ۱۲۲  
جلد سوم

- (۷۰) بہل مرکب - - - - - ۱۴۳
- (۷۱) انصاف پسندی - - - - - ۱۴۳
- (۷۲) آفت نفاق - - - - - ۱۴۴
- (۷۳) انجام نفاق - - - - - ۱۴۵
- (۷۴) نفاقیت - - - - - ۱۴۶
- (۷۵) تصنع - - - - - ۱۴۶
- (۷۶) ہمارے تعلیم یافتوں کا سخیل - - - - - ۱۴۸
- (۷۹) تضحیک قوم - - - - - ۱۴۳
- (۸۰) ہمدرد قوم - - - - - ۱۴۴
- (۸۱) غمگاری قوم - - - - - ۱۴۶
- (۸۲) برکت اتفاق - - - - - ۱۴۸

۶۔ حکیم - خلیفہ عبدالحکیم صاحب پروفیسر  
ولادت وطن

(۸۰) ترانہ نجات - - - - - ۵۹

۷۔ دسراد - خواجہ میر صاحب مرحوم  
ولادت ۱۳۱۵ھ وطن دہلی وفات ۱۳۹۹ھ مدفن دلی

(۳۱) شبہ - - - - - ۶۶

ص ۵۵

جلد سوم ۸- دیوانہ - محمد صادق صاحب

ولادت وطن گورکھپور

(۲۷) فریاد بدرگاہ سرورِ عالم - - - - - ۴۱

۹- ز-خ-ش- ایک خاتون

ولادت وطن علی گڑھ

(۴۳) سپانامہ اردو - - - - - ۴۳

۱۰- سودا- مرزا محمد رفیع صاحب مرحوم

ولادت ۱۲۵۰ھ وطن دلی وفات ۱۱۹۵ھ مدفن گھنوا

(۷۱) معرفت - - - - - ۱۰

(۳۳) حکمت - - - - - ۴۸

۱۱- سید علمدار حسین صاحب

ولادت وطن

(۷۷) تعلیم یافتہ نوجوان - - - - - ۱۲۹

۱۲- شہیدی

ولادت وطن

(۱۰) معرفت - - - - - ۱۲

۱۳- صفی



صفحہ چودھم

ولادت وطن لکھنؤ

۶۱ ..... (۴۱) رجز مسلم

۱۴۔ طالب بناری

ولادت وطن

۱۳۹ ..... (۸) مہذب بیوی

۱۵۔ کیف۔ حافظ عالمگیر خاں صاحب

ولادت وطن ٹونک

۴۰ ..... (۲۶) عاشق رسول

۱۶۔ عالی۔ محمد اسماعیل خاں صاحب

ولادت وطن خورجہ

۶۵ ..... (۴۴) قومی ترانہ

۱۷۔ مناظر احسن صاحب گیلانی

ولادت وطن گیلان بہار

۳۵ ..... (۲۴) اسلام کی روانی

۱۸۔ میر۔ میر تقی صاحب مرحوم

ولادت ۱۲۵۰ھ وطن اکبر آباد وفات ۱۲۸۰ھ مدفن لکھنؤ

۱۰ ..... (۸) وحدت



# معارفِ ملت

۱۴۷

صفحہ ۲  
جلد سوم

۱۴۷	(۲) عبادت - - - - -
۳	(۳) توکل - - - - -
۵	(۴) راضی برضا - - - - -
۶	(۵) فَلَاحَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ - - - - -
۱۵	(۱۴) معرفت - - - - -
۴۴	(۲۹) نقد کا سودا - - - - -
۴۷	(۳۲) طلسمِ حقیقت - - - - -
۵۶	(۳۸) ہنس - - - - -
۶۷	(۴۶) مناجاتِ باری تعالیٰ - - - - -
۶۸	(۴۷) شنائے پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم - - - - -
۶۹	(۴۸) خطاب بہ نفس - - - - -
۷۲	(۴۹) وصفِ سخاوت - - - - -
۷۳	(۵۰) مذمتِ بخیل - - - - -
۷۵	(۵۱) صفتِ تواضع - - - - -
۷۸	(۵۲) مذمتِ تکبر - - - - -
۸۰	(۵۳) فضیلتِ علم - - - - -
۸۲	(۵۴) امتناع از صحبتِ جاہلان - - - - -

صفحہ

۸۵	- - - - -	(۵۵) صفتِ عدل
۸۶	- - - - -	(۵۶) مذمتِ ظلم
۹۰	- - - - -	(۵۷) صفتِ قناعت
۹۲	- - - - -	(۵۸) مذمتِ حرص
۹۵	- - - - -	(۵۹) صفتِ وفا
۹۷	- - - - -	(۶۰) صفتِ طاعت
۹۹	- - - - -	(۶۱) صفتِ عبادت
۱۰۱	- - - - -	(۶۲) مذمتِ عصیان
۱۰۲	- - - - -	(۶۳) تعریفِ شکر
۱۰۳	- - - - -	(۶۴) صفتِ صبر
۱۰۵	- - - - -	(۶۵) صفتِ شرابِ عشق
۱۰۸	- - - - -	(۶۶) صفتِ راستی
۱۱۰	- - - - -	(۶۷) مذمتِ دروغ

۲۱- ہوس

ولادت وطن

۴۵	- - - - -	(۳۰) ہجرت
----	-----------	-----------

پروفیسر محمد الیاس بن فی ایم اے ایل ایل بی (علیگ) کی اُردو تصنیفات

## سلسلہ منتخبات نظم اُردو

مروجہ غزلیات کی کثرت سے عموماً یہ خیال پھیل گیا ہے کہ اُردو شاعری کی ساری کائنات محض حسن و عشق اور گل و بلبل کی داستان ہے۔ مگر تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ اُردو میں بھی ہر رنگ کی ہر سے بہتر نظمیں موجود ہیں۔ البتہ وہ اب تک منتشر اور غیر معروف رہیں۔ چنانچہ موجودہ انتخاب سے اس کی پورے طور پر تصدیق ہوتی ہے۔ اگر جدید تعلیم یافتہ اصحاب اس سلسلہ انتخاب کو ملاحظہ کریں گے تو ثابت ہوگا کہ انگریزی کی جن نیچرل نظموں پر وہ سرفہشتے ہیں ان کی ہم پلہ نظمیں خود ان کی اُردو زبان میں موجود ہیں۔ شعر و سخن کے چمن کھلے ہوئے ہیں جن کے رنگ و بو سے دل و دماغ بلکہ روح کو تفسیح ہوتی ہے۔ اُمید ہے کہ اس انتخاب کو دیکھ کر تعلیم یافتہ اصحاب کے دل میں ضرور اُردو شاعری کی قدر و محبت پیدا ہوگی اور

ان کی قدردانی و توجہ سے اُردو شاعری کی ترقی کا ایک نیا دَور  
شروع ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اُردو کی منتخب نظموں کو مضمون وار حسب ذیل ترتیب دیکر خوشنما جلدوں  
میں شائع کیا ہے:-

(۱) معارفِ ملت:- حمد و نعت، مناجات اور اخلاقی و قومی نظموں کا گلدستہ

تین جلدوں میں قیمت فی جلد (عمر) (سکہ انگریزی) اور (عمر) (سکہ عثمانی)

(۲) جذباتِ فطرت:- سب دلوں کی کمانی چند شاعروں کی زبانی

بقول غالب ؎

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا

میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میری دل میں ہے

تین جلدوں میں قیمت بشرح صدر

(۳) مناظرِ قلندر:- اوقات، مقامات، مخلوقات اور واقعات

کی قصائد و کاشِ مرقعہ۔ تین جلدوں میں۔ قیمت بشرح صدر۔

یہ کتابیں ہندوستان کے اکثر صوبوں کے مدارس میں باضابطہ منظر

ہو چکی ہیں اور عام طور پر بھی ہاتھوں ہاتھ نکل رہی ہیں۔

کم از کم تنویر جلد کے خریدار کو ۲ فیصدی کمیشن

## معاشیات

(۱) علم المعیشت۔ اکنامکس (Economics) پر اردو میں یہ سب سے پہلی نہایت مستند اور جامع کتاب ہے۔ مشکل سے مشکل معاشی اصول سائل کو ایسے سلیس اور دلچسپ پیرایہ میں بیان کیا ہے کہ کتاب کے مطالعہ سے نہ صرف مضامین خوبی ذہن نشین ہو جاتے ہیں بلکہ خاصی تفریح حاصل ہوتی ہے۔ خوبی مضامین کی بدولت ہندوستان کے ہر حصہ میں یہ کتاب ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو رہی ہے۔ لطف یہ کہ یونیورسٹیوں میں اکنامکس کے معلم بیسیوں ضخیم انگریزی کتابوں کو چھوڑ کر اس کو بہت شوق سے پڑھتے ہیں۔ ڈاکٹر محمد اقبال (جو خود بھی معاشیات کے بڑے عالم ہیں) تحریر فرماتے ہیں کہ ”آپ کی کتاب علم المعیشت اردو زبان پر ایک احسانِ عظیم ہے۔ اور مجھے یہ کہنے میں ذرا بھی تاثر نہیں ہے کہ اکنامکس پر اردو میں سب سے پہلی کتاب ہے اور ہر لحاظ سے مکمل ضخامت تقریباً ۷۰۰ صفحہ خوشنما جلد۔ اسلسلہ مطبوعات انجمن ترقی اردو دوسرا ایڈیشن حال میں شائع ہوا ہے۔ قیمت .. .. ص ۷۰

(۲) معیشت الہند۔ ہندوستان کے گوناگوں معاشی حالات جن کو جاننا ملک کی اصلاح و ترقی کے واسطے از حد ضروری ہے، کافی تحقیق اور تنقید کے بعد بہت سلیس اور دلچسپ طرز پر علمی پیرایہ میں بیان کئے گئے ہیں۔ یہ بھی اردو زبان میں اپنی قسم کی پہلی کتاب ہے۔ علم المعیشت میں معاشیات کے جو اصول و مسائل بیان ہوئے ہیں اس کتاب کے ذریعہ سے ان کا ہندوستان میں عمل درآمد دکھایا گیا ہے یہ دونوں کتابیں جامعہ عثمانیہ کی بی اے کلاس کے نصاب میں داخل ہیں ضخامت تخمیناً ۹۰ صفحہ۔ خوشما جلد۔ منجانب جامع عثمانیہ شائع ہوگی۔ تیار ہو رہی ہے۔

(۳) مالیات۔ پبلک فنانس (*Public Finance*) پر اردو زبان میں یہ سب سے پہلی مستند اور جامع کتاب ہے مذتب اور ترقی یافتہ سلطنتوں کے ہاں آمدنی کے کیا کیا ذرائع اور خرچ کی کیا کیا مدین ہیں اور محاصل و مصارف کا انتظام کس نہج پر قائم ہے۔ سلطنتوں کی مالی ترقی اور مرقدہ الحالی کے کیا اسباب ہیں اور ان کا کنٹرول عمل درآمد ہوتا ہے یہ تمام دقیق اور اہم مباحث نہایت سلیس اور دلچسپ طرز پر علمی پیرایہ میں پیش کئے ہیں۔ ہندوستان کے قومی رہبروں اور رئیسوں کو اس کتاب کا مطالعہ بہت مفید بلکہ از حد ضروری ہے۔ ضخامت تخمیناً ۹۰ صفحہ۔ خوشما جلد (زیر تالیف)



۳۔ **معاشیات المعاشیات** - مورلینڈ صاحب کی انگریزی کتاب انٹروڈکشن ٹو اکنامکس (*Introduction to Economics*) کا سلیس اور بامحاورہ اردو ترجمہ جس میں معاشیات کے ابتدائی اصول مسائل بیان کئے گئے ہیں۔ یہ کتاب جامعہ عثمانیہ میں ایف اے کلاس کے نصاب میں داخل ہے۔ ضخامت تقریباً ۵۴ صفحہ۔ مجلد منجانب جامعہ عثمانیہ شائع ہوئی ہے۔

(۵) **معاشیات ہند** - مسٹر پرمتھ ناتھ بنرجی کی انگریزی کتاب انڈین اکنامکس (*Indian Economics*) کا سلیس اور بامحاورہ اردو ترجمہ جس میں مختصر طور پر ہندوستان کے معاشی حالات بیان کئے گئے ہیں۔ یہ کتاب جامعہ عثمانیہ کی ایف اے کلاس کے نصاب میں داخل ہے۔ ضخامت تقریباً ۴۰۰ صفحہ۔ مجلد منجانب جامعہ عثمانیہ شائع ہوئی ہے۔

(۶) **برطانوی حکومت ہند** - انڈرسن صاحب کی انگریزی کتاب برٹش انڈسٹریشن ان انڈیا (*British Administration in India*) کا سلیس اور بامحاورہ اردو ترجمہ جس میں مختصر طور پر حکومت ہند کا طریق بیان کیا گیا ہے۔ یہ کتاب بھی جامعہ عثمانیہ میں ایف اے کلاس کے نصاب میں داخل ہے۔ ضخامت تقریباً ۵۴ صفحہ۔ مجلد منجانب جامعہ عثمانیہ شائع ہوئی ہے۔

”سِلْسِلَةُ دَعْوَتِ صِدْق“

## اَسْرارِ حق

مؤلف

محمد الیاس برنی۔ ام۔ ال۔ ال بی (علیگ) حیدرآباد دکن

آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ، ارشادات صدیقین و اکابر دین ضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ان سب کا نہایت جامع اور مربوط انتخاب۔ اور ان کے مقابل یورپ کے جدید سائنس و فلسفہ کی انتہائی تحقیقات کا لُبُّ لُبِّابِ بخود بخود اسلام کی صداقت اظہار میں اُٹھیں ہو جاتی ہیں۔

جدید سائنس و فلسفہ کا اقرار نر سائی اور اس اس ایمان بالغیب۔ اسلام میں علم پہن توحید اور اُس کے مقامات، احدیت کی رفعت اور عبدیت کی نزاکت، نبوت اور ولایت کے مراتب۔ کشف و کرامات کی ماہیت اور دیگر معارف متعلقہ ایک ایک نظر میں اسلام کی روحانی تعلیم کا عجب نظام دل نشین ہوتا ہے اور کچھ اندازہ ہوتا ہے کہ والذی جاء بالصّدق و صدق بہ اولئک هم الممتقون ۛ لهم ما يشاؤون عند ربهم ۛ ذالک جزاؤ المحسنین ۛ

جن علوم کو اللہ جل شانہ صدق اور جن کے عالموں کو صادقین و صدیقین ہی تعبیر فرماتا ہے اور جو اسلامی ادب میں بالعموم تصوف اور صوفی کہلاتے ہیں اُن کی تحقیق اور تصدیق میں بعض لحاظ سے یہ اپنے طرز کی پہلی کتاب ہے۔ قابل دید ہے حجم تقریباً ۴۰۰ صفحہ

اکثر قیمت صرف تین روپیہ (۳) علاوہ محصول

تصدیق بلکہ از حد ضرورت۔ محمد منقذی خاں شروانی علی گڑھ









